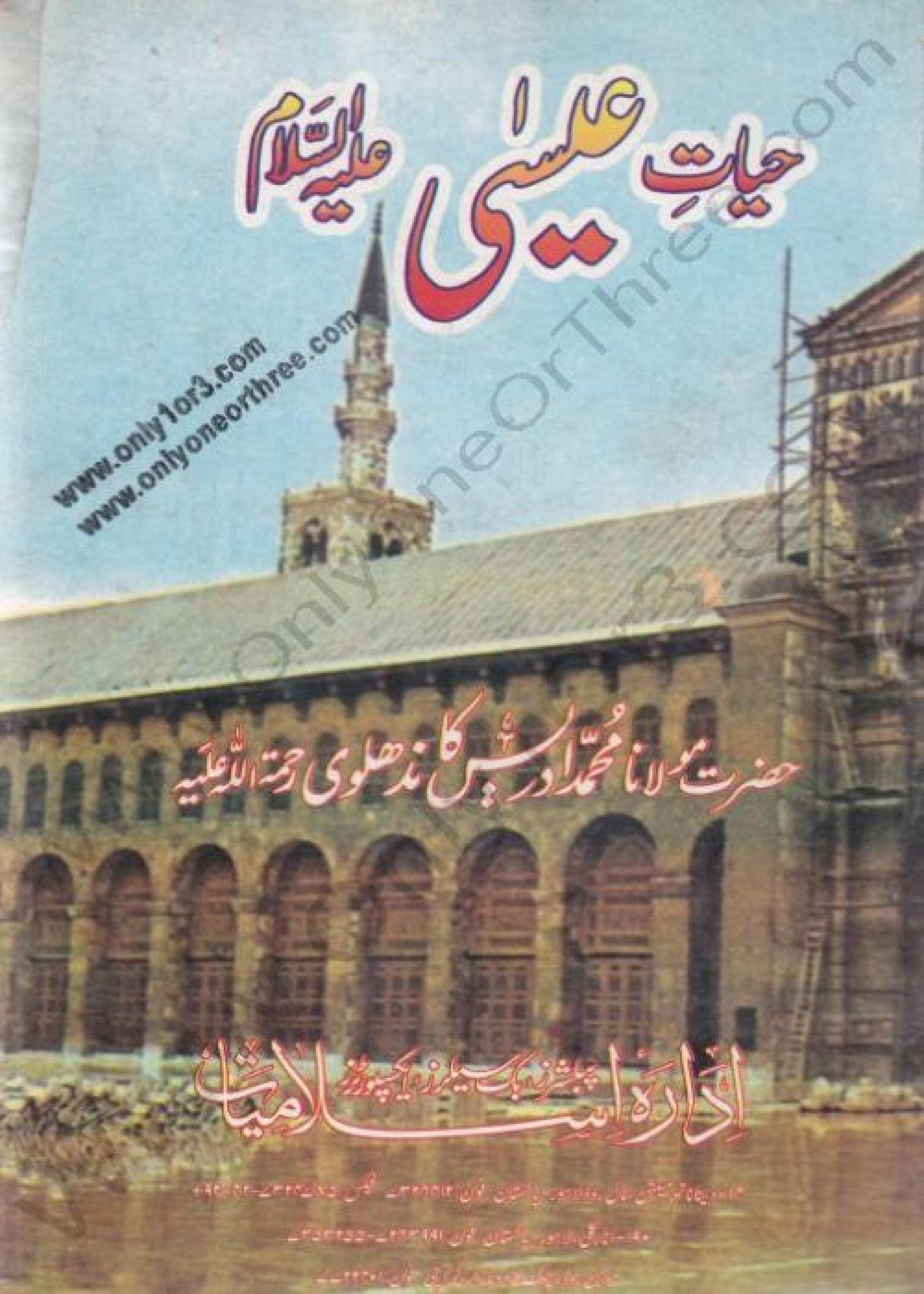
حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ



پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

ادارۂ اسلامیات

كلمة الله فی حیاة روح الله

یعنی

حیاتِ عیسیٰؑ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا اس وقت تک آسمان میں زندہ رہنا، اور قربِ قیامت کے وقت آسمان سے نازل ہونا، قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں۔

از

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ؒ

ناشر

ادارہ اسلامیات

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون [illegible] فیکس [illegible]

★ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون [illegible]

فہرست مضامین

تقریظ

از آیۃ السلف و حجۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ

سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

امابعد! رسالہ کلمۃ اللہ فی حیاتِ روح اللہ مصنفہ علامۂ فہامہ جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا اور بعض مضامین کو جناب مؤلف ممدوح کی زبان سے سنا۔ رسالہ مذکورہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام میں کافی وشافی اور مباحثِ متعلقہ کا حاوی اور جامع ہے نقول معتمد اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے علما اور طلبا کو تلاش اور تتبع سے بے نیاز کر دیا ہے۔ امید ہے کہ طلبا اس کی قدر کرینگے اور مخلوق کو جو دجال کے فتنہ میں مبتلا ہے ہدایت اور ارشاد کا ذریعہ ہوگا۔ حق تعالیٰ جناب مؤلف کی سعی مشکور اور عمل مبرور فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مدرس دار العلوم دیوبند

تقریظ

از فخر المتکلمین حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

تقریباً دو سال ہوئے ہیں کہ بمقام فیروز پور (پنجاب) قادیانی مرزائیوں سے متنازع فیہ مسائل میں علماء دیوبند کی گفتگو ہوئی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح بن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی، جس میں دیوبند کی طرف سے برادرِ مکرم جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم وکیل تھے مولوی صاحب نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی بحمد اللہ تعالیٰ نہ صرف عام پبلک ہی اس سے محظوظ اور مطمئن ہوئی بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اس کی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی اور اس طرح مولوی صاحب کے عالمانہ طرزِ استدلال نے منکرین سے بھی خراجِ تحسین وصول کیا۔ ع

والفضل ما شهدت به الاعداء

میں نے اسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ

کے تمام اطراف و جوانب کی توضیح و تحقیق ایک کتاب کے ذریعہ سے اسطرح کر دیجئے کہ غائب و حاضر کے لئے اس میں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام مادہ بیک نظر سامنے آجائے اور کسی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرست کے قدم ڈگمگا سکے۔ حق تعالیٰ شانہٗ مولوی صاحب موصوف کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے کہ انہوں نے میری اس ناچیز گذارش کو رائیگاں نہیں جانے دیا اور بڑی محنت و عرق ریزی کے بعد ایک ایسی تالیف برادرانِ اسلام کے سامنے پیش کر دی جس میں اس اہم مسئلہ کا، کافی و شافی حل موجود ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس باب میں اسوقت تک کوئی کتاب اس قدر جامع اور حاوی ایسے سادہ اور بے تکلف طرز میں نہیں لکھی گئی ناظرین مطالعہ کے بعد خود اندازہ لگا سکیں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ از سر تا پا واقعہ ہے اور ان کو ممنون ہونا چاہیئے مؤلف محترم کا اور ان اکابر دار العلوم کا جن کی وجہ اور سعی سے یہ بیش بہا رسالہ نور افزائے دیدہ شائقین ہوا۔

شبیر احمد عثمانی

دیوبند۔ ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۲ھ

تمہید

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الۡاَنۡبِيَآءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَاَزۡوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ وَعَلَيۡنَا مَعَهُمۡ يَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِيۡنَ

اَمَّا بَعۡدُ

بندہ گنہ گار امیدوار رحمت پروردگار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ، وکان ہو للہ (آمین)، اہلِ اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس اُمّتِ مرحومہ پر قوم عاد اور ثمود کی طرح عذاب تو نہیں لیکن فتنے ہیں جن سے نکلنے کا راستہ سوائے کتاب و سنّت کے کچھ نہیں اور کتاب و سنّت تک رسائی بدون حضرات صحابہ و تابعین کے ناممکن ہے۔ اسلئے کہ صحابہ اور تابعین ہی کے ذریعہ ہم تک کتاب و سنّت پہنچی۔ نبی اور اُمّت کے درمیان میں صحابہ واسطہ ہیں اور ایسا واسطہ ہیں کہ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے لہذا قرآن و حدیث کا وہی مطلب معتبر ہوگا جو حضراتِ صحابہ اور تابعین نے سمجھا سوائے حضرات انبیاء و مرسلین کے دنیا میں صحابہ کرامؓ جیسا نورِ علم اور نورِ فہم اور نورِ تقویٰ نہ اولین میں سے کسی کو میسّر آیا اور نہ آخرین میں سے کسی کو حاصل ہوا

پس اگر صحابہ کرامؓ کی تفسیر اور شرح معتبر نہیں تو پھر کسی کی بھی معتبر نہیں۔ خدا کی قسم اگر ایک صحابی کے نورِ علم اور نورِ فہم اور نورِ تقویٰ کی زکوٰۃ نکالی جائے اور کل عالم پر تقسیم کی جائے تو عالم کا ہر فرد علم و فہم کا امیر اور دولت مند بن جائے۔

اس دورِ پُر فتن میں ہر طرف سے دین پر فتنوں کا ہجوم ہے جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزائیت کا ہے۔ اس فتنہ کا بانی منشی مرزا غلام احمد قادیانی ہے اولاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، پھر مثیلِ مسیح ہونے کا۔ پھر مسیح اور عیسےٰ ہونے کا۔ اور اپنی مسیحیت کی دُھن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا اور ان کے رفع الی السماء کو محال قرار دیا اور صدہا اوراق اس بارے میں سیاہ کئے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاکر مدفون ہو چکے اور جو شخص مر کر دفن ہو گیا، وہ قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہو کر دُنیا میں واپس نہیں آسکتا اور پھر اس زعمِ فاسد اور خیالِ کاسد کی بناء پر اُن احادیث میں تحریف کی کہ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دُنیا میں دوبارہ تشریف لانا صراحۃً مذکور ہے۔ ان احادیث صریحہ اور صحیحہ میں یہ تحریف کی کہ نزولِ مسیح سے مثیلِ مسیح کا پیدا ہونا مراد ہے۔ اور پھر اس مثیل کا مصداق خود اپنی ذات کو قرار دیا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث میں مسیح بن مریم سے وہ مسیح مراد نہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے بلکہ اُن کا مثیل اور شبیہ مراد ہے اور نزول سے آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا مراد ہے اور پھر ولادت سے یہ مراد ہے کہ وہ مثیلِ مسیح قادیان کے ایک دہقان کی پنجابن عورت کے پیٹ سے پیدا ہو اور بڑا ہو کر عیسائیوں کے اسکول میں تعلیم پائے اور

جوان ہو کر عیسائیوں کی دفتری ملازمت کرے اور پھر چند روز بعد مریم بنے اور پھر خود اپنے سے عیسیٰ پیدا ہو جائے۔ خود ہی والد خود ہی والدہ اور خود ہی مولود۔ خدا کی قسم اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ لوگ کس طرح اس جنون اور دیوانگی پر ایمان لے آتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

علماء اہل سنت والجماعت نے رد مرزائیت پر عموماً اور حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر خصوصاً مفصل اور مختصر اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں، اور بارگاہِ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔ آمین

۱۳۴۳ھ میں اس ناچیز اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ "کلمۃ اللہ فی حیاتِ روح اللہ" کے نام سے لکھا تھا جس کو حضرت مخدومنا الحبیب ومطاعنا اللبیب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تغمدہ اللہ تعالیٰ بالرحمۃ والغفران نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں دوبارہ نظرِ ثانی اور اضافات کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا۔ اب تیسری مرتبہ ۱۳۷۰ھ میں بہت سے جدید اضافات اور ترمیمات کے ساتھ اہلِ اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

حضرت الاستاذ وشیخنا الاکبر مولانا الشاہ السید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضرہ آمین) صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند جس طرح اپنے زمانہ میں بے مثال تھے اسی طرح انہوں نے اس موضوع پر ایک بے مثال اور لاجواب کتاب عربی زبان

میں تالیف فرمائی جس کا نام "عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام" تجویز فرمایا جو علماء اور فضلاء کے لیے مشعل راہ اور شمع ہدایت بنی، اس ناچیز نے بھی اس کتاب مستطاب کے لطیف مضامین کے وہ اقتباسات جن کو عام اور متوسط الاستعداد طبقہ سمجھ سکے اپنے اس رسالہ میں اضافہ کر دیے ہیں۔

تحدیث بالنعمۃ

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ناچیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مطبع قاسمی میں طبع کرایا۔ جس شب میں اس رسالہ کی لوح کا ورق تیار ہو رہا تھا اس شب میں اس ناچیز نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ناچیز دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام منبر کے قریب اور محراب امام کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ چہرہ مبارک پر عجیب و غریب انوار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے اور حضرت کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے۔ یہ ناچیز نہایت ادب کے ساتھ دو زانو سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا اور سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ بعد ازاں دو عبا لائے گئے۔ ایک نہایت سفید اور خوبصورت ہے اور دوسرا نہایت سیاہ اور بدبودار ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنائیں اور سیاہ عبا اس قادیانی کو پہنایا جائے۔ چنانچہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا گیا۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔ اور سیاہ

عبااس قادیانی کو۔ اور یہ ناچیز خاموش کھڑا ہے اور قادیانی کو دیکھ کر دل میں یہ آیت پڑھ رہا ہے۔ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ
اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اب میں حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے پروردگار! علمائے ربانیین کی جوتیوں کے صدقہ اور طفیل میں اس ناچیز کی اس ناچیز خدمت کو بھی قبول فرما اور اس تالیف کو اہل اسلام کے لئے موجب سکینت وطمانینت اور قادیانیوں کے لئے موجب ہدایت وسعادت اور اس نابکار گنہگار کیلئے ذخیرہ آخرت اور موجب نجات ومغفرت فرما آمین یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین ◆

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

بضاعت نیاوردم الا امید

خدایا ز عفوم مکن نا امید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

در بیان امکان رفع جسمانی

مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پاکر مدفون ہو چکے اور دلیل یہ ہے کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ ۴۷ تقطیع خورد اور صفحہ ۲۱ ج ا بہ تقطیع کلاں پر ہے۔

جواب

یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر کے ساتھ لیلۃ المعراج میں جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا حق ہے۔ اسیطرح عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا بھی بلا شبہ حق اور ثابت ہے۔ جس طرح آدم علیہ السلام کا آسمان سے زمین کی طرف ہبوط ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا آسمان سے زمین کی طرف نزول بھی ممکن ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ جعفر ابن ابی طالبؓ کا فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑنا

صحیح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اخرج الطبرانی باسناد حسن عن عبد اللہ بن جعفر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھنیئا لک ابوک یطیر مع الملائکۃ فی السماء کذا فی فتح الباری ص۶۲ ج۷، (زرقانی شرح مواھب ص۲۷۵ ج۲)

امام طبرانی نے باسناد حسن عبد اللہ بیٹے جعفر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بار یہ ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے بیٹے عبد اللہ تجھ کو مبارک ہو تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اُڑتا پھرتا ہے (اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جعفر جبرائیل و میکائیل کے ساتھ اُڑتا پھرتا ہے۔ اُن ہاتھوں کے عوض میں جو غزوۂ موتہ میں کٹ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملائکہ کی طرح دو بازو عطا فرما دیئے ہیں اور اس روایت کی سند نہایت جید اور عمدہ ہے (زرقانی ص۲۷۵ ج۲ و فتح الباری ص۶۲ ج۷)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا اس بارے میں ایک شعر ہے:۔

وجعفر الذی یضحی و یمسی یطیر مع الملائکۃ ابن امّی

(ترجمہ) وہ جعفر کہ جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے۔

اور علیٰ ہذا عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوۂ بیر معونہ میں شہید ہونا اور پھر ان کے جنازہ کا آسمان پر اُٹھایا جانا روایات میں مذکور ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی نے اصابہ میں اور حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں اور علامہ

زرقانی نے شرح مواہب صفحہ ۲ میں ذکر کیا ہے۔ جبار بن سلمیٰ جو عامر بن فہیرہ کے قاتل تھے وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا:۔

دعانی الی الاسلام ما رایت	عامر بن فہیرہ کا شہید ہونا اور ان کا
من مقتل عامر بن فہیرۃ	آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام
ورفعه الی السماء	لانے کا باعث بنا۔

ضحاک نے یہ تمام واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں لکھ کر بھیجا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

فان الملائکة وارت جثته و	فرشتوں نے اس کے جثہ کو چھپا لیا
انزل فی علیین۔	اور وہ علیین میں اتارے گئے۔

ضحاک ابن سفیان کے اس تمام واقعہ کو امام بیہقی اور ابونعیم اصفہانی دونوں نے اپنی اپنی دلائل النبوۃ میں بیان کیا (شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للعلامۃ السیوطی ص۱۴۲)

اور حافظ عسقلانی نے اصابہ میں جبار بن سلمیٰ کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اجمالاً اشارہ فرمایا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہؓ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعہ کو ابن سعد اور حاکم اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ واقعہ متعدد اسانید اور مختلف روایات سے ثابت اور محقق ہے۔

واقعۂ رجیع میں جب قریش نے خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر لٹکایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو خبیبؓ کی نعش اتار لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ عمرو بن امیہ وہاں پہنچے اور خبیبؓ کی نعش کو اتارا دفعۃً ایک دھماکا سنائی دیا۔ پیچھے پھر کر دیکھا اتنی دیر میں نعش غائب ہوگئی عمرو بن امیہ فرماتے ہیں گویا زمین نے ان کو نگل گیا۔ اب تک اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس روایت کو امام ابن حنبلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ (زرقانی شرح مواہب ص۳ ج ۲)

شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ خبیبؓ کو زمین نے نگلا اسی وجہ سے ان کا لقب بلیع الارض ہوگیا۔ اور ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عامرؓ بن فہیرہؓ کی طرح خبیبؓ کو بھی فرشتے آسمان پر اٹھا لے گئے۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے عامر بن فہیرہؓ اور خبیبؓ بن عدی اور علاء بن حضرمیؓ کو آسمان پر اٹھایا۔ انتہیٰ

علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اولیاء کا الہام و کرامت انبیاء کرام کی وحی اور معجزات کی وراثت ہے۔

ومما یقوی قصۃ الرفع الی السماء ما اخرجہ النسائی والبیھقی والطبرانی وغیرھم من حدیث جابر بن طلحۃ

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور ص۱۲۲ میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ اور خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعہ رفع الی السماء کی وہ واقعہ بھی تائید کرتا ہے جسکو

اصیبت انامله یوم احد فقال حس، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو قلت بسم الله لرفعتك الملائكة والناس ینظرون الیك حتی تلج بك فی جو السماء۔

نسائی اور بیہقی اور طبرانی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوہ اُحد میں حضرت طلحہؓ کی انگلیاں زخمی ہو گئیں تو اس تکلیف کی حالت میں زبان سے حس یہ لفظ نکلا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو بجائے حس کے بسم اللہ کہتا تو لوگ دیکھتے ہوئے ہوتے اور فرشتے تجھ کو اٹھا کر لیجاتے یہاں تک کہ تجھ کو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔

واخرج ابن ابی الدنیا فی ذکر الموتی عن زید بن اسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کهف جبل وکان اهل زمانه اذا قحطوا استغاثوا به فدعی الله فسقاهم فمات فاخذوا فی جهازه فبیناهم کذلك اذاهم بسریر یرفرف فی عنان السماء حتی انتهی الیه فقام رجل فاخذه فوضعه علی السریر والناس

ابن ابی الدنیا نے ذکر الموتیٰ میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ جو پہاڑ میں رہتا تھا جب قحط ہوتا تو لوگ اس سے بارش کی دعا کراتے وہ دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی برکت سے بارانِ رحمت نازل فرماتا۔ اس عابد کا انتقال ہو گیا۔ لوگ اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے اچانک ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس عابد کے قریب آکر رکھا گیا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس عابد کو اس

لینظرون الیہ فی الھواء حتی غاب عنھم
(شرح الصدور ص ۴۰)

تخت پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ تخت اُوپر اٹھتا گیا، لوگ دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا۔

اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے زمین پر اتر آنا مستدرک حاکم میں مفصّل مذکور ہے۔ (مستدرک ص ۵۷۹ ج ۲)

مقصد ان واقعات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ منکرین اور ملحدین خوب سمجھ لیں کہ حق جلّ شانہٗ نے اپنے محبین اور مخلصین کی اس خاص طریقہ سے بارہا تائید فرمائی کہ ان کو صحیح و سالم فرشتوں سے آسمانوں پر اٹھوا لیا اور دشمن دیکھتے ہی رہ گئے۔ تاکہ اس کی قدرتِ کاملہ کا ایک نشان اور کرشمہ ظاہر ہو اور اس کے نیک بندوں کی کرامت اور منکرین معجزات و کرامات کی رسوائی و ذلت آشکارا ہو۔ اور اس قسم کے خوارق کا ظہور مومنین اور مصدقین کے لئے موجب طمانیت اور مکذبین کے لئے اتمام حجت کا کام دے۔

ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے متصادم ہے بلکہ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے کہ اپنے خاص بندوں کو آسمان پر اٹھا لیا جائے تاکہ اس ملیک مقتدر کا کرشمہ ظاہر ہو اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالےٰ کی اپنے خاص الخاص بندوں کیساتھ یہی سنت ہے کہ ایسے وقت میں ان کو آسمان پر اُٹھا لیتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی جسم

عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا قطعاً محال نہیں بلکہ ممکن اور واقع ہے، اور اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھائے اور پیئے زندگی بسر کرنا بھی محال نہیں۔ اصحاب کہف کا تین سو سال تک بغیر کھائے پیئے زندہ رہنا قرآن کریم میں مذکور ہے وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا اس سے مرزا صاحب کا یہ وسوسہ بھی زائل ہو گیا کہ جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچ جاتا ہے وہ محض ناداں ہو جاتا ہے كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَمِنْكُمْ مَنْ يُّرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ط اس لئے کہ ارذل العمر کی تفسیر میں اسی یا نوے سال کی قید مرزا صاحب نے اپنی طرف سے لگائی ہے، قرآن و حدیث میں کہیں قید نہیں۔ اصحاب کہف تین سو سال تک کہیں ناداں نہیں ہو گئے۔ اور علی ہذا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام صدہا سال زندہ رہے اور ظاہر ہے کہ نبی کے علم اور عقل کا زائل ہونا ناممکن اور محال ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا صوم وصال رکھتے اور یہ فرماتے ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقین تم میں کون شخص میری مثل ہے کہ جو صوم وصال میں میری برابری کرے، میرا پروردگار مجھے غیب سے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ یہ غیبی طعام میری غذا ہے۔ معلوم ہوا کہ طعام و شراب عام ہے خواہ حسی ہو یا غیبی ہو۔ لہذا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ سے یہ استدلال کرنا کہ جسم عنصری کا بغیر طعام وشراب کے زندہ رہنا ناممکن ہے غلط ہے۔ اس لئے کہ طعام و شراب عام ہے کہ خواہ حسی ہو یا معنوی۔ حضرت آدم علیہ السلام اکل شجرہ سے پہلے

جنت میں ملائکہ کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے تسبیح وتہلیل ہی ان کا ذکر تھا۔ پس کیا حضرت مسیح نفخۂ جبرئیل سے پیدا ہونے کی وجہ سے جبرئیل امین کی طرح تسبیح وتہلیل سے زندگی بسر نہیں فرما سکتے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ کیا اصحاب کہف کا تین سو سو سال تک بغیر کھائے اور پئے زندہ رہنا اور حضرت یونس علیہ السلام کا شکم ماہی میں بغیر کھائے پئے زندہ رہنا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور نہیں ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ہ اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ یونس علیہ السلام اگر مسبحین میں سے نہ ہوتے تو اسی طرح قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے اور بغیر کھائے اور پئے زندہ رہتے۔

رہا ملحدین کا یہ سوال کہ زمین سے لے کر آسمان تک کی طویل مسافت کا چند لمحوں میں طے کر لینا کیسے ممکن ہے؟

سو جواب یہ ہے کہ حکمائے جدید کہتے ہیں کہ نور ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے۔ بجلی ایک منٹ میں پانچ سو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے اور بعض ستارے ایک ساعت میں آٹھ لاکھ اسی ہزار میل حرکت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان جس وقت نظر اٹھا کر دیکھتا ہے تو حرکت شعاعی اس قدر سریع ہوتی ہے کہ ایک ہی آن میں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ آسمان حائل نہ ہوتا تو اور دور تک وصول ممکن تھا نیز جس وقت آفتاب طلوع کرتا ہے تو نور شمس ایک ہی آن میں تمام

کرہ ارض پر پھیل جاتا ہے حالانکہ سطح ارضی ۲۰۳۶۳۶.۳۶ فرسخ ہے جیسا کہ سبع شداد صفحہ ۴ پر مذکور ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ لہٰذا مجموعہ ۱۶۱۰۰۹۰۹۰۰۸ کروڑ میل ہوا۔ حکمائے قدیم کہتے ہیں کہ جتنی دیر میں جرم شمس بتمامہ طلوع کرتا ہے اتنی دیر میں فلکِ اعظم کی حرکت ۵۱۹۶۰۰ لاکھ فرسخ ہوتی ہے اور ہر فرسخ چونکہ تین میل کا ہوتا ہے لہٰذا مجموعہ مسافت ۱۵۵۸۸۰۰ لاکھ میل ہوئی۔ نیز شیاطین اور جنات کا شرق سے لیکر غرب تک آن واحد میں اس قدر طویل مسافت کا طے کر لینا ممکن ہے تو کیا خداوند عالم اور قادر مطلق کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی خاص بندے کو چند لمحوں میں اسقدر طویل مسافت طے کرا دے۔ آصف بن برخیا کا مہینوں کی مسافت سے بلقیس کا تخت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے پہلے حاضر کر دینا قرآن کریم میں مصرح ہے کما قال تعالیٰ وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر ہونا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جہاں چاہے اڑا کر لے جاتی اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتی کما قال تعالیٰ وَ سَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ

آج کل کے ملحدین فی گھنٹہ تین سو میل کی مسافت طے کرنے والے ہوائی جہاز پر تو ایمان لے آئے ہیں مگر نہ معلوم سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں، ہوائی جہاز بندہ کی بنائی ہوئی مشین سے اڑتا ہے اور سلیمان

کے تخت کو ہُوا بحکم خداوندی اڑا کر لے جاتی تھی کسی بندہ کے عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ تھا اسلئے وہ معجزہ تھا اور ہوائی جہاز معجزہ نہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص۴۷ ج ۱ تقطیع خورد اور ص۲۳ ج ۱ تقطیع کلاں پر لکھتے ہیں کہ کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سراسر محال ہے۔ اس لئے کہ ایک جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کرۂ زمہریریہ سے کس طرح صحیح و سالم گزر سکتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا لیلۃ المعراج میں اور ملائکۃ اللہ کا لیل و نہار طبقہ ناریہ اور کرۂ زمہریریہ سے مرور و عبور ممکن ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی عبور و مرور ممکن ہے اور جس راہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط اور نزول ہُوا ہے اسی راہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے: کَمَا قَالَ تَعَالیٰ اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (الیٰ قولہ تعالیٰ) قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ پس اس مائدہ کا نزول بھی طبقہ ناریہ میں ہو کر ہُوا ہے۔ مرزا صاحب کے زعم فاسد اور خیال باطل کی بنار پر اگر وہ نازل ہوا ہو گا تو طبقہ ناریہ کی حرارت اور گرمی سے جل کر خاکستر ہو گیا ہو گا۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ یہ سب شیاطین الانس کے وسوسے ہیں اور انبیار و مرسلین کی آیاتِ نبوت اور کراماتِ رسالت پر ایمان نہ لاتے کے بہانے ہیں۔ کیا خداوند

ذوالجلال عیسیٰ علیہ السلام کے لئے طبقہ زناریہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح
برد اور سلام نہیں بنا سکتا؟ جب کہ اس کی شان یہ ہے:۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

فسبحان ذی الملک والملکوت والعزۃ والجبروت امنت
باللہ وکفرت بالطاغوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی

پہلی دلیل

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ
بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا
يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا
وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ
وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ
مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ

ثُمَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

(ربط) حق جل شانہٗ نے ان آیات شریفہ میں یہود بے بہبود کے ملعون اور مغضوب اور مطرود و مردود ہونے کے کچھ وجوہ و اسباب ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے یہود کو متعدد وجوہ کی بنا پر مورد لعنت و غضب بنایا (۱) نقض عہد اور میثاق کی وجہ سے (۲) اور آیات الٰہیہ اور احکام خداوندیہ کی تکذیب اور انکار کی وجہ سے (۳) اور خدا کے پیغمبروں کو بے وجہ محض عناد اور دشمنی کی بنا پر قتل کرنے کی وجہ سے (۴) اور اس قسم کے متکبرانہ کلمات کی وجہ سے کہ مثلاً ہمارے قلوب علم اور حکمت کے ظرف ہیں۔ ہمیں تمہاری ہدایت اور ارشاد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے قلوب علم اور حکمت اور رشد و ہدایت سے بالکل خالی ہیں بلکہ اللہ نے ان کے عناد اور تکبر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے قلوب میں جہالت اور ضلالت بند ہے۔ اوپر سے مہر لگی ہوئی ہے اندر کا کفر باہر نہیں آسکتا اور باہر سے کوئی رشد اور ہدایت کا اثر اندر نہیں داخل ہو سکتا۔ پس اس گروہ میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں مگر کوئی شاذ و نادر جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء (۵) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر و عداوت کی وجہ سے (۶) اور حضرت مریم پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت اور تکذیب کو بھی مستلزم۔ اہانت تو اس لئے کہ کسی کی ماں کو زانیہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ولد الزنا ہے اور العیاذ باللہ نبی کے حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے۔ اور تکذیب اس طرح لازم آتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے

حضرت مریم کی برأت اور نزاہت ظاہر ہو چکی ہے اور تہمت لگا نا برأت اور نزاہت کا صاف انکار کرنا ہے۔ (۲) اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور تفاخر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم جو رسول اللہ ہونے کے مدعی تھے اُن کو قتل کر ڈالا۔ نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے بلکہ ارادہ قتل بھی کفر ہے اور پھر اس قتل پر فخر کرنا یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے اور حالانکہ ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے ان لوگوں نے نہ اُن کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا لیکن اُن کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک اور تردّد میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کسی قسم کا کوئی صحیح علم اور صحیح معرفت نہیں سوائے گمان کی پیروی کے کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا اور ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ کا شبیہ اور ہم شکل بنا دیا اور حضرت عیسیٰ سمجھ کر اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا اور اسی وجہ سے یہود کو اشتباہ ہوا اور پھر اس اشتباہ کی وجہ سے اختلاف ہوا اور یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت سے کوئی بعید نہیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں کہ اپنی قدرت اور حکمت سے اپنے نبی کو دشمنوں سے بچا لیا اور زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کی جگہ ایک شخص کو ان کے ہمشکل بنا کر قتل کرایا اور تمام قائلین کو قیامت تک اشتباہ اور اختلاف میں ڈال دیا۔

تفصیل

امید واثق ہے کہ ناظرین اس اجمالی تفسیر سے سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ آیات شریفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی میں نص صریح ہیں۔ اب ہم کسی قدر تفصیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ طالبانِ حق کی بفضل خدا پوری تشفی اور تسلی ہو جائے ورنہ ہم کیا اور ہماری مجال کیا اور ہماری تحریر کیا کہ جس سے تسلی اور تشفی کر سکیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ قلوب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں جس طرح اور جدھر چاہے دلوں کو پلٹتا اور پھیرتا ہے۔ اسی کی توفیق سے لکھ رہا ہوں اور اسی کی توفیق سے اپنے لئے اور ناظرین کرام کے لئے اسی کی توفیق اور دستگیری کی امید رکھتا ہوں اور اسی کی اعانت اور تائید سے ناظرین اور قارئین کی تعلیم و تفہیم کے لئے چند امور ذکر کرتا ہوں۔

(۱)

ان آیات میں یہود بے بہبود پر لعنت کے اسباب کو ذکر فرمایا ہے۔ ان میں ایک سبب یہ ہے وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا یعنی حضرت مریم پر طوفان اور بہتان لگانا۔ اس طوفان اور بہتان عظیم میں مرزا صاحب کا قدم یہود سے کہیں آگے ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں حضرت مریم پر جو بہتان کا طوفان برپا کیا ہے۔ یہود کی کتابوں میں اس کا چالیسواں حصہ بھی نہ ملے گا۔ مرزا صاحب کی عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں عیاں را چہ بیاں۔ ہم سے تو مرزا صاحب کی وہ عبارتیں پڑھی بھی

نہیں جاتیں اور مرزائیوں کو تو قرآن کی طرح یاد ہیں بلکہ کچھ اس سے بھی بڑھ کر اس لئے ان کے نقل کی ضرورت نہیں۔

(۲)

آیات کا سیاق و سباق بلکہ سارا قرآن روز روشن کی طرح اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ یہود بے بہبود کی ملعونیت اور مغضوبیت کا اصل سبب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی عداوت اور دشمنی ہے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کی زبان اور قلم سے حضرت مسیح علیہ الصّلوٰۃ و السلام کے بغض اور عداوت کا جو منظر دنیا نے دیکھا ہے وہ یہود کے وہم و گمان سے بالا اور بد تر ہے۔ مرزا صاحب کے لفظ لفظ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دشمنی ٹپکتی ہے۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط	انتہائی بغض اور عداوت خود بخود ان کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور جو عداوت اُن کے سینوں میں مخفی اور پوشیدہ ہے وہ تمہارے خواب و خیال سے بھی کہیں زیادہ ہے

مرزا صاحب نے نصاریٰ کے الزام کے بہانہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شان میں اپنے دل کی عداوت دل کھول کر نکالی جس کے تصور سے بھی کلیجہ شق ہوتا ہے۔

(۳)

پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ فرمایا۔ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوئے اور اس آیت میں وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ فرمایا۔ یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ محض قول ہی قول ہے اور قتل کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح واقع میں مقتول ہوئے تھے تو جس طرح پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ فرمایا تھا اسی طرح اس آیت میں وقتلهم وصلبهم المسيح بن مريم رسول الله فرماتے۔ پہلی آیت میں لعنت کا سبب قتل انبیاء ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں لعنت کا یہ سبب اُن کا ایک قول بتلایا۔ یعنی اُن کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح بن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ شخص بلا شبہ ملعون اور مغضوب ہے۔ نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعویٰ قتل کو بیان کر کے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا اور انبیاء سابقین کے قتل کو بیان کر کے بَلْ رَّفَعَهُمُ اللّٰهُ نہیں فرمایا۔ حالانکہ قتل کے بعد ان کی ارواح طیبہ آسمان پر اٹھالی گئیں۔

(۴)

اس مقام پر حق جل شانہٗ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک مَا قَتَلُوْهُ جس میں قتل کی نفی فرمائی۔ دوسرا وَمَا صَلَبُوْهُ جس میں صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی فرمائی۔ اس لئے کہ اگر فقط وَمَا قَتَلُوْهُ فرماتے تو یہ احتمال

رہ جاتا کہ ممکن ہے قتل نہ کئے گئے ہوں لیکن صلیب پر چڑھائے گئے ہوں۔ اور علیٰ ہذا اگر فقط وَمَا صَلَبُوْہُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے صلیب تو نہ دیئے گئے ہوں لیکن قتل کر دیئے گئے ہوں علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اول قتل کرتے اور پھر صلیب پر چڑھاتے۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے قتل اور صلیب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرفِ نفی پر اکتفا نہ فرمایا یعنی وَمَا قَتَلُوْہُ وَ صَلَبُوْہُ نہیں فرمایا ہے بلکہ حرفِ نفی یعنی کلمۂ مَا کو قتلوا اور صلبوا کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ما قتلوہ اور پھر ما صلبوہ فرمایا تاکہ ہر ایک کی نفی اور ہر ایک کا جُداگانہ مستقلاً رد ہو جائے اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت بھی پیش نہیں آئی نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے اور نہ قتل کر کے صلیب پر لٹکائے گئے دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا مگر سب بیکار گیا قادر توانا جس کو بچانا چاہے اُسے کون ہلاک کر سکتا ہے ؎

کہ زور آورد گر تو یاری دہی

کہ گیرد چو تو رستگاری دہی

مرزائی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلب کی نفی مراد نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے خیال کی تردید ہے تو تب بھی آیت میں

یہود کا، پورا رد ہے۔ اس لئے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ جھوٹے نبی ہیں اور جھوٹا نبی ضرور قتل ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل بھی نہیں کئے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے اس لئے کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے۔ علاوہ ازیں اگر یہود کے اس عزم کی رعایت کی جائے تو وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور يَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ کے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ معاذ اللہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت مرے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا

(۵)

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

یعنی ان کے لئے اشتباہ پیدا کر دیا گیا یا شُبِّہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کرو اور اس طرح ترجمہ کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شبیہ اور ہمشکل ان کے سامنے کر دیا گیا تاکہ عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کریں اور ہمیشہ کے لئے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔ حضرت شاہ عبد القادرؒ اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں "لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے" یہ ترجمہ اسی اشتباہ کی تفسیر ہے۔ یعنی اس صورت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو مکان کے

ایک دریچہ سے آسمان پر اُٹھا لیا اور اُن ہی میں سے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل اور مشابہ بنا دیا۔ یہودیوں نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا اور بہت خوش ہوئے کہ ہم اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے چنانچہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ قال لما اراد الله ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین یعنی فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرة بعد ان آمن بی

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام اس چشمہ سے کہ جو مکان میں تھا غسل فرما کر باہر تشریف لائے اور سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے (بظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لئے تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو کرتے ہیں) باہر مجلس میں بارہ حواریین موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کفر کرے گا بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص تم میں سے اس پر راضی ہے کہ اس پر میری شباہت ڈال دی جائے اور وہ میری جگہ قتل کیا جائے

قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی و یکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام ذلك الشاب فقال انا فقال هو انت ذاك فالقی علیه شبه عیسی ورفع عیسی من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه الی اخر القصة وهذا اسناد صحیح الی ابن عباس ورواه النسائی عن ابی کریب عن ابی معویة وکذا ذکر غیر واحد من السلف انه قال لهم ایکم

اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے یہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنے کو اس جاں نثاری کے لئے پیش کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا۔ اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اسی سابق کلام کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا اور عرض کیا، میں حاضر ہوں ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص ہے؟ اس کے فوراً ہی بعد اس نوجوان پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ بعد ازاں یہود کے پیادے عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے گھر میں داخل ہوئے اور اس شبیہ کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکایا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سند اس کی

یلقی شبہی فیقتل مکانی — صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اسی
وھو رفیقی فی الجنۃ — طرح مروی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر صٓ۲۲ جلد ۳)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع الی السمار کا بذریعہ وحی پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور یہ علم تھا کہ اب آسمان پر جانے کا تھوڑا ہی وقت باقی رہ گیا ہے اور بظاہر یہ غسل آسمان پر جانیکے لئے تھا جیسا کہ عید میں جانے کے لئے غسل ہوتا ہے۔ میرا گمان ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسوقت ذرہ برابر مضطرب اور پریشان نہ تھے بلکہ نہایت درجہ سکون اور اطمینان میں تھے بلکہ نہایت درجہ شاداں و فرحاں تھے ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
راحت جاں طلبم وزپئے جاناں بروم

بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السمار سے پہلے حواریین کی دعوت فرمائی اور خود اپنے دستِ مبارک سے انکے ہاتھ دھلائے اور بجائے رومال کے اپنے جسم کے کپڑوں سے اُن کے ہاتھ پُونچھے یہ روایت تفسیر ابن کثیر صٓ۲۲۹ ج ۳ پر ہے۔

گویا کہ یہ دعوت رفع الی السمار کا ولیمہ اور خصتانہ تھا اور احباب و اصحاب کی الوداعی دعوت تھی۔ الغرض غسل فرما کر برآمد ہونا اور احباب کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا یہ سب آسمان پر جانے کی تیاری تھی۔ جب فارغ ہو گئے تو اپنے ایک عاشق جاں نثار پہ اپنی شباہت ڈال کر روح القدس کی

معیت میں معراج کیلئے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ رفع الی السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج جسمانی تھی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل امین کی معیت میں آسمانوں کی معراج کے لئے روانہ ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرئیل کی معیت میں معراج کیلئے آسمان پر روانہ ہوئے۔

فائدہ

صحیح مسلم میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے منارۂ شرقیہ پر اُتریں گے تو سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا ہوگا، سبحان اللہ جسوقت آسمان پر تشریف لیگئے اسوقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور جس وقت قیامت کے قریب آسمان سے اُتریں گے اسوقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے ہونگے جس شان سے تشریف لیگئے تھے اسی شان سے تشریف آوری ہوگی۔

تنبیہ

سلف میں اس کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی وہ یہودی تھا یا منافق عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن مخلص تھا اس لئے کہ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پر میری شباہت ڈالی جائے گی۔ وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم

ایک شبہ کا ازالہ

جس طرح فرشتوں کا بشکل بشر متمثل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بن جانا قرآن کریم میں منصوص ہے اور انبیاء کرام کیلئے پانی کا شراب اور زیتون بن جانا نصاریٰ کے نزدیک مسلّم ہے۔ پس اسی طرح اگر کسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہمشکل بنا دیا جائے، تو کیا استبعاد ہے؟ احیاء موتیٰ کا معجزہ القاء شبہ کے معجزے سے کہیں زیادہ بلند تھا لہٰذا احیاء موتیٰ کی طرح القاء شبہ کے معجزہ کو بھی بلا شبہ اور بلا تردد تسلیم کرنا چاہیئے۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

یعنی یہودی حضرت مسیح کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا۔ جیسا کہ امام رازی نے وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرئیل کو حضرت عیسیٰ کے ساتھ خاص خصوصیت تھی کہ انہیں کے نفخہ سے پیدا ہوئے، انہیں کی تربیت میں رہے اور وُہی اُن کو آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ تفسیر کبیر ص ۳۶ ج ۱۔ جیسا کہ شب معراج میں حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے۔ صحیح بخاری میں ہے ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء یہ آیت رفع جسمی کے بارے میں نص صریح ہے کہ حق تعالیٰ

شانہٗ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ اور صحیح اور سالم آسمان پر اٹھا لیا۔ اب ہم اس کے دلائل اور براہین ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ غور سے پڑھیں۔

(۱)

یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کی ضمیر اُس طرف راجع ہے کہ جس طرف قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک اور جسدِ مطہر کی طرف راجع ہیں۔ روح بلا جسم کی طرف راجع نہیں۔ اس لئے کہ قتل کرنا اور صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل اور صلیب قطعاً ناممکن ہے۔ لہٰذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہوگی جس جسم کی طرف قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں راجع ہیں۔

(۲)

دوم یہ کہ یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے اس کی تردید کی گئی ہے۔ لہٰذا بل رفعہ میں رفع جسم ہی مراد ہوگا اس لئے کہ کلمۂ بل کلام عرب میں ماقبل کے ابطال کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا بل کے ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ولدیت اور عبودیت میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہوسکتے اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مجنونیت اور ایمان

بالحق (من جانب اللہ حق کو لے کر آتا) یہ دونوں متضاد اور متنافی ہیں یک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ شریعتِ حقّہ کا لانے والا مجنون ہو۔ اسی طرح اس آیت میں یہ ضروری ہے کہ مقتولیت اور مصلوبیت جو بَل کا ماقبل ہے وہ مرفوعیت الی اللہ کے منافی ہو جو بَل کا مابعد ہے اور ان دونوں کا وجود اور تحقق میں جمع ہونا ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ مقتولیت اور روحانی رفع بمعنی موت میں کوئی منافات نہیں محض روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا قتل جسمانی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ شہدا کا جسم تو قتل ہو سکتا ہے، اور روح آسمان پر اُٹھالی جاتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ بل رفعہ اللہ میں رفع جسمانی مراد ہو کہ جو قتل اور صلب کے منافی ہے اس لئے کہ رفع روحانی اور یہ رفع عزت اور رفعتِ شان قتل اور صلب کے منافی نہیں بلکہ جس قدر قتل اور صلب ظلماً ہو گا اسی قدر عزّت اور رفعتِ شان میں اضافہ ہو گا اور درجات اور زیادہ بلند ہوں گے۔ رفع درجات کے لیے تو موت اور قتل کچھ بھی شرط نہیں۔ رفع درجات زندہ کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۝

یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لیئے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا۔ یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا، یا صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ

اللہ تعالیٰ نے اُن کے جسم کو صحیح و سالم آسمان پر اٹھالیا۔ نیز اگر رفع سے رفع روح بمعنی موت مراد ہے تو قتل اور صلب کی نفی سے کیا فائدہ؟ قتل اور صلب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے بعد رفعہٗ کو بصیغۂ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء باعتبار ماقبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمہارے قتل اور صلب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ جیسا کہ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ میں صیغۂ ماضی اس لئے لایا گیا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ آپ کا حق کو لے کر آنا کفار کے مجنون کہنے سے پہلے واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ بصیغۂ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء۔ ان کے مزعوم اور خیالی قتل اور صلب سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

(۳)

جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہو گی، تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہو گا۔ اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبت اور بلندیٔ رتبہ کے معنی مراد ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اٹھایا ہم نے تم پر کوہ طور۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ ہی نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ یاد کرو اس وقت کو کہ جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسمٰعیل اُن کے ساتھ

تھے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا۔ ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا اور رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ہم نے بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا۔ اس قسم کے مواقع میں رفعتِ شان اور بلندی رتبہ مراد ہے۔ اس لئے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ہے اذا تواضع العبد رفعه الله الی السماء السابعة۔ رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق ..... جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر اٹھا لیتے ہیں۔ اس حدیث کو خراطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال ص۱۲۵ ج ۲۔

اس روایت کو مرزائی بہت خوش ہو کر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ رفع کا مفعول جسمانی شے ہے اور الی السماء کی بھی تصریح ہے مگر باوجود اس کے رفع سے رفع جسمی مراد نہیں بلکہ رفع معنوی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہاں مجاز کے لئے قرینہ عقلیہ قطعیہ موجود ہے کہ یہ زندہ کے حق میں ہے یعنی جو بندہ لوگوں کے سامنے زمین پر چلتا ہے اور تواضع کرتا ہے تو اس کا مرتبہ اور درجہ اللہ کے یہاں ساتویں آسمان کے برابر بلند اور اونچا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں رفع جسم مراد نہیں

بلکہ رفع درجات مراد ہے۔ غرض یہ کہ رفع کے معنی بلندیٔ رتبہ مجازاً بوجہ قرینہ لفظیہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ کنز العمال میں روایتِ مذکورہ کے بعد ہی علی الاتصال یہ روایت مذکور ہے من یتواضع للّٰہ درجۃ یرفعہ اللّٰہ درجۃ حتی یجعلہ فی علیین یعنی جس درجہ کی تواضع کرے گا اسی کے مناسب اللہ اس کا درجہ بلند فرمائیں گے یہاں تک کہ جب وہ تواضع کے آخری درجہ پہ پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو علیین میں جگہ دیں گے جو علو اور رفعت کا آخری مقام ہے۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ درجہ کا مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے الحدیث یفسر بعضہ بعضاً ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اور شرح کرتی ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لیجانے کے ہیں، لیکن وہ رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا۔ اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا۔ جہاں رفع اجسام کا ذکر ہوگا وہاں رفع جسمی مراد ہوگا۔ اور مثلاً جہاں رفع اعمال اور رفع درجات کا ذکر ہوگا وہاں رفع معنوی مراد ہوگا رفع کے یہ معنی تو اٹھانے اور بلند کرنے ہی کے ہیں۔ باقی جیسے شے ہوگی اس کا رفع اسی کے مناسب ہوگا۔

(۴ یہ کہ)

اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جس وقت یہود نے حضرت

مسیح کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا تو اس وقت قتل اور صلب نہ ہو سکا بلکہ اس وقت حضرت مسیح کا اللہ کی طرف رفع ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع جس کا بل رفعہ اللہ میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ کو پہلے سے حاصل نہ تھا بلکہ یہ رفع اس وقت ظہور میں آیا کہ جس وقت یہود ان کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور وہ رفع جو ان کو اس وقت حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اس وقت بجسدہ العنصری صحیح و سالم آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ رفعت شان اور بلندی مرتبہ تو ان کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ کے لقب ہی سے پہلے ہی سرفراز ہو چکے تھے۔ لہٰذا اس آیت میں وہی رفع مراد ہو سکتا ہے کہ جو ان کو یہود کے ارادۂ قتل کے وقت حاصل ہوا یعنی رفع جسمی۔ اور رفع عزت و منزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل تھا، اس مقام پر اس کا ذکر بالکل بے محل ہے۔

(۵)

یہ کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں صرف دو پیغمبروں کے لیے آیا ہے ایک عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے ادریس علیہ السلام کے لئے۔ کما قال تعالیٰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور ادریس علیہ السلام کے رفع جسمانی کا مفصل تذکرہ کتب تفاسیر[1] میں۔

[1] حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع الی السماء کا مفصل تذکرہ ذیل کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر روح المعانی ص ۱۸۷ ج ۵ و خصائص کبریٰ ص ۱۶۷ ج ۱ ص ۱۶۰ ج ۱ ص ۱۶۲ ج ۱ و تفسیر کبیر ص ۵۴۵ ج ۵ و ارشاد الساری ص ۳۷۰ ج ۵ و فتح الباری ص ۲۲۵ ج ۱۳ و مرقات ص ۲۲۴ ج ۵

بقیہ حاشیہ آگے

مذکور ہے۔ لہٰذا تمام انبیاء کرام میں انہیں دو پیغمبروں کو رفع کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا جو رفع درجات میں تمام انبیاء شریک ہیں اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کے قتل کو اس طرح بیان فرمایا وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ مگر ان کے ساتھ بَلْ رَّفَعَهُمُ اللّٰهُ اِلَيْهِ نہیں فرمایا کیا معاذ اللہ ان انبیاء کے درجات بلند نہیں کئے گئے اور کیا ان حضرات کی ارواحِ طیبہ آسمان پر نہیں اٹھائی گئیں، اور کیا معاذ اللہ یہ سب نبی ذلت کی موت مرے ؟

(۶ یہ کہ)

وَمَا قَتَلُوْهُ، وَمَا صَلَبُوْهُ اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور بَلْ رَّفَعَهُ میں تمام ضمائر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ جن کو مسیح اور ابن مریم اور رسول اللہ کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ اور مسیح اور ابن مریم اور رسول یہ جسم معین اور جسد خاص کے نام اور لقب ہیں یہ روح کے اسماء اور القاب نہیں۔ اس لئے کہ جب تک روح کا تعلق کسی بدن اور جسم کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک وہ روح کسی اسم کے ساتھ موسوم اور کسی لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوتی وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ وقولہ صلی اللہ علیہ

بقیہ حاشیہ

ومعالم التنزیل ص ۷۰ ج ۲ وفی عمدۃ القاری ص ۳۲۰ ج ۷۔ القول الصحیح بان ادریس رفع وھو حی وور منثور ص ۲۴۶ ج ۲ وفی التفسیر ابن جریر ص ۶۳ ج ۱۶۔ ان اللہ رفعہ وھو حی الی السماء الرابعۃ وفی الفتوحات المکیۃ ص ۳۴۱ ج ۳ والیواقیت والجواہر ص ۲۴ ج ۲ فاذا انا بادریس بجسمہ فانہ مامات الی الآن بل رفعہ اللہ مکانا علیا وفی الفتوحات ص ۵ ج ۲۔ ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہ واسکنہ اللہ الی السماء الرابعۃ ۱۲

وسلم الا، واخ جنود ومجنّدة - الحدیث

(۷)

یہ کہ یہود کی ذلت و رسوائی اور حسرت اور ناکامی اور عیسیٰ علیہ السلام کی کمال عزت و رفعت بجسدہ العنصری صحیح و سالم آسمان پر اٹھائے جانے ہی میں زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

(۸)

یہ کہ رفعتِ شان اور علوِ مرتبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ زندہ اہلِ ایمان اور زندہ اہلِ علم کو بھی حاصل ہے کما قال تعالیٰ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان اور اہل علم کو باعتبار درجات کے۔

(۹)

یہ کہ اگر آیت میں رفع روحانی بمعنی موت مراد ہو تو یہ ماننا پڑیگا کہ وہ رفع روحانی بمعنی موت یہود کے قتل اور صلب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِہٖ جِنَّۃٌ ط بَلْ جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ۔ وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ہ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کو لے کر آنا اُن کے شاعر اور مجنون کہنے سے پہلے واقع ہوا اسی طرح رفع روحانی بمعنی موت کو اُن کے قتل اور صلب سے مقدم ماننا پڑے گا۔ حالانکہ مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔ مرزا صاحب تو (العیاذ باللہ) یہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے خلاص ہو کر فلسطین سے کشمیر

پہنچے اور عرصۂ دراز تک بقیدِ حیات رہے اور اسی عرصہ میں اپنے زخموں کا علاج کرایا اور پھر طویل مدت کے بعد یعنی ستاسی سال زندہ رہ کر وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ لہذا مرزا صاحب کے زعم کے مطابق عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی وما قتلوہ بالصلیب بل تخلص منھم و ذھب الی کشمیر واقام فیھم مدۃ طویلۃ ثم اماتہ اللہ ورفع الیہ۔

(۱۰)

یہ کہ رفعِ روحانی بمعنی موت لینے سے وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ کے ساتھ مناسبت نہیں رہتی۔ اسلئے کہ عزیز اور حکیم اور اس قسم کی ترکیب اس موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کوئی عجیب و غریب اور خارق العادات امر پیش آیا ہو اور وہ عجیب و غریب امر جو اس مقام پر پیش آیا وہ رفعِ جسمانی ہے۔ اس مقام پر عزیزاً حکیماً کو خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ جسمِ عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ وہ عزت والا اور غلبہ والا اور قدرت والا ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ جسمِ عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا خلافِ حکمت اور خلافِ مصلحت ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ دشمنوں نے جب حضرت مسیح پر ہجوم کیا تو اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا کہ اپنے نبی کو آسمان پر اٹھا لیا اور جو دشمن قتل کے ارادہ سے آئے تھے انہی میں سے ایک کو اپنے نبی کا ہم شکل اور شبیہ بنا کر انہیں کے ہاتھ

سے اس کو قتل کرا دیا اور پھر اس شبیہ کے قتل کے بعد ان سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا۔ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام میں فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہیئے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ پھر تحریر فرماتے ہیں :۔

کہ لہٰذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت کے اُن کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ انتہیٰ

رفع کے معنی عزت کی موت نہ کسی لغت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح ہے۔ محض مرزا صاحب کی اختراع اور گھڑت ہے۔ البتہ رفع کا لفظ محض اعزاز کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مگر اعزاز رفع جسمانی کے منافی نہیں اعزاز اور رفع جسمانی دونوں جمع ہو سکتے ہیں نیز اگر رفع سے عزت کی موت مراد ہو تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد ہونی چاہیئے اس لئے کہ حدیث میں نزول کو رفع کا مقابل قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نزول کے یہ معنی مرزا صاحب کے ہی مناسب ہیں۔

رہا یہ امر کہ آیت میں آسمان میں جانے کی کوئی تصریح نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا) اس کلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا جیسا کہ

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی آسمان پر۔ وقال اللہ تعالیٰ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ط اللہ ہی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عمل صالح کو اوپر اٹھاتا ہے۔ یعنی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی طرح بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہوگا۔ اور جس کو خدائے تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے یہ معنی کہ خدا نے ان کو عزت کی موت دی، یہ معنی جس طرح لغت کے خلاف ہیں اسی طرح سیاق و سباق کے بھی خلاف ہیں۔

دوم یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باسناد صحیح یہ منقول ہے لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء تفسیر ابن کثیر ص ۹ ج ۲ (جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ الیٰ آخر القصہ) اس کے علاوہ متعدد احادیث میں آسمان پر جانے کی تصریح موجود ہے وہ احادیث عنقریب ہم نقل کریں گے۔

سوم یہ کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ ان کی روحیں مرنے کے بعد علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ اس عبارت سے خود واضح ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے آسمان پر جانا مراد ہے اس لئے کہ "علیین" اور

"معتقد صدق" تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہرحال آسمان پر جانا تو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسد دونوں گئے۔ سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں بجسدہ العنصری رفع مراد ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

دوسری دلیل

قال اللہ عزوجل

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝

ربط، یہ آیت گذشتہ آیت ہی کے سلسلہ کی ہے گذشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ذکر تھا، جس سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اب رفع الی السماء کے بعد کیا ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے کہ وہ اس وقت تو آسمان پر زندہ ہیں۔ مگر قیامت کے نزدیک آسمان سے نازل ہونگے اور اس وقت تمام اہلِ کتاب اُن کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور چند روز دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے۔ اور روضۂ اقدس میں مدفون ہوں

گے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے اور یہود بے بہبود جو ان کے قتل کے مدعی ہیں اُن کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ کر اپنی غلطی پر ذلیل اور نادم ہوں گے۔

بیان ربط بعنوان دیگر

گذشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہود کے کفر اور عداوت کا ذکر تھا۔ اس آیت میں ان کے ایمان کا ذکر ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے اگرچہ یہود حضرت مسیح کی نبوت سے منکر تھے، مگر نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لے آئیں گے اور اُن کی نبوّت کی تصدیق کریں گے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں کوئی شخص اہل کتاب میں سے باقی نہ رہیگا مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان کی نبوت ورسالت پر ضرور بالضرور ایمان لے آئیگا۔ رفع الی السماء سے پہلے تکذیب اور عداوت تھی۔ نزول کے بعد تصدیق اور محبت ہوگی اور پھر اس سب کے بعد قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کی تصدیق و تکذیب اور محبت اور عداوت کی شہادت دیں گے۔ تاکہ شہادت کے بعد فیصلہ سنا دیا جائے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں قیامت

ؕ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ میں دو حروف تاکید ہیں۔ ایک لام تاکید اور دوسرا نون تاکید مثقلہ۔ ایک ضرور لام تاکید کا ترجمہ ہے اور دوسرا ضرور نون تاکید کا ترجمہ ہے۔ فافہم ذلک واستقم ۱۲

کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کی وفات سے پہلے تمام اہلِ کتاب ان پہ ایمان لے آئیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

تفسیر آیت

اس آیت کی تفسیر میں صحابہ و تابعین و علماء مفسّرین کے دو قول ہیں:۔

قولِ اوّل

مشہور اور جمہور کے نزدیک مقبول اور راجح یہ ہے کہ لَیُؤْمِنَنَّ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور بِهٖ اور قَبْلَ مَوْتِهٖ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نہیں رہیگا کوئی شخص اہلِ کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئیگا زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام اُن پر گواہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

"نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن و روز قیامت عیسیٰ گواہ باشد بر ایشان"

(ف) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔ انتہیٰ۔

شاہ ولی اللہؒ کے اس ترجمہ اور فائدہ تفسیریہ سے صاف ظاہر ہے

کہ بہٖ اور مَوْتِہٖ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ جیسا کہ آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ وَمَا قَتَلُوْہُ اور وَمَا صَلَبُوْہُ اور وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا اور بَلْ رَّفَعَہٗ تمام ضمائر مفعول حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف راجع ہیں اور پھر آئندہ آیت وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا میں یَکُوْنُ کی ضمیریں بھی حضرت مسیحؑ کی طرف راجع ہوں گی تاکہ سیاق اور سباق کے خلاف نہ ہو۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ بہٖ اور موتہٖ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح ومن طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ الآن لحی ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون ونقلہ اکثر اھل العلم ورجحہ ابن جریر وغیرہ

اسی کا ابن عباس نے جزم اور یقین کیا جیسا کہ ابن جریر نے بروایت سعید بن جبیر ابن عباس سے باسناد صحیح روایت کیا ہے اور بطریق ابی رجاء حسن بصری سے اس آیت کی تفسیر قبل موت عیسیٰ کے ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں واللہ حضرت عیسیٰ اس آن میں بھی زندہ ہیں۔ جب نازل ہوں گے اس وقت ان پر سب ایمان

(فتح الباری ص۳۵۷ ج ۶) ملے آئیں گے اور یہی اکثر اہلِ علم سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔

اور قتادہ اور ابو مالک سے بھی یہی منقول ہے کہ قَبْلَ مَوْتِهٖ کی ضمیر حضرت عیسٰی کی طرف راجع ہے۔ (تفسیر ابن جریر ص۱۴ ج ۶)

اور حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہٖ اور موتہٖ کی ضمیریں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا لہ من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ واقرأوا ان شئتم وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک عنقریب تم میں عیسٰی بن مریم نازل ہونگے در آں حالیکہ وہ فیصلہ کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور لڑائی کو ختم کر دیں گے، مال کو بہادیں گے یہاں تک کہ مال کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا اور ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا پھر ابوہریرہؓ یہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھو

ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیداہ

وَ اِنْ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا ۝

حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

وھذا مصیر من ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ الی ان الضمیر فی قولہ بہ وموتہ یعود علے عیسٰی علیہ السلام ای الا لیومنن بعیسی قبل موت عیسٰی۔ (فتح الباری ۳۵۷ ج ۶)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس طرح آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ بہ اور موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں یعنی ہر شخص زمانۂ آیندہ میں حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ضرور ایمان لے آئیگا۔

ایک وہم کا ازالہ

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اقراوا ان شئتم الی آخرہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں بلکہ ابوہریرہؓ کا استنباط ہے جو حجت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ صحابی کا اثر ہے۔

جواب

یہ ہے کہ حدیث، کتاب اللہ کی شرح ہے۔ قرآن کریم میں جو چیز اجمالاً مذکور ہے حدیث اس کی تفصیل ہے۔ اس لئے فقہاء صحابہ اس

تتبع اور تلاش میں رہتے تھے کہ احادیثِ نبویہ اور کلماتِ طیبہ کے منشا اور ماخذ کا پتہ کتاب اللہ سے چلائیں اور ارشاداتِ نبویہ کا کلماتِ الٰہیہ سے استنباط کریں۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں تطبیق اور توفیق دینا اور حدیث کی تصدیق اور مزید توثیق کے لئے کتاب اللہ کی کسی آیت سے استشہاد کرنا یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ جس کو خدائے تعالیٰ نے تفقہ اور استنباط کی نعمت اور دولت سے سرفراز فرمایا ہو وہی کر سکتا ہے اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ اکثر حدیث کی روایت کر کے استشہاداً کوئی آیت تلاوت فرمایا کرتے ہیں اور وہ اکثر اپنی رائے سے نہیں ہوتی، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول ہوتی ہے لیکن بعض مرتبہ اس کی تصریح فرما دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بعض مرتبہ اختصاراً فقط آیت کی تلاوت پر ہی اکتفا فرماتے ہیں۔ لیکن تتبع اور استقراء۔ جب کیا جاتا ہے تو دوسری سند سے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح مل جاتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت بھی اسی قبیل سے ہے اور اس کی چند نظائر ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔

نظیر اول

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ بڑھ کر ہے

يقول تفضل صلوة الجميع صلوة احدكم وحده بخمس وعشرين جزأ وتجتمع ملائكة الليل والنهار في صلوة الفجر ثم يقول ابوهريرة اقرأوا ان شئتم ان قرآن الفجر كان مشهوداه اخرجه البخاري ص۹۰ واحمد بن حنبل في مسنده ص۲۳۳ و ص۳۳۶ ج۲۔

اور صبح کی جماعت میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، پھر ابوہریرہؓ نے کہا کہ اگر قرآن سے اس کی تصدیق و تائید چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا
(بخاری شریف و مسند احمد)

نظیر دوم

عن ابي هريرة يقول قال النبي صلى الله عليه وسلم ليس المسكين الذي الخ واقرأوا ان شئتم يعني قوله تعالى لا يسئلون الناس الحافا۔ اخرجه البخاري ص۲۰۱ واحمد بن حنبل في مسنده ص۳۹۵ ج۲۔

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں کہ جس کو ایک دو لقمہ دے کر واپس کر دیا جائے۔ اصل مسکین وہ ہے جو سوال ہی سے بچتا ہو اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (بخاری و مسند احمد)

نظیر سوم

عن ابي هريرة قال قال رسول

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما
من مولود الا یولد علی الفطرۃ
فابواہ یھودانہ او ینصرانہ
او یمجسانہ کما تنتج البھیمۃ
البھیمۃ جمعاء ھل تحسون فیھا
من جدعاء ثم یقول فطرۃ اللہ
التی فطر الناس علیھا لا تبدیل
لخلق اللہ ذلک الدین القیم اھ۔ اخرجہ البخاری ص

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر
بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد
میں اس کے ماں باپ یہودی یا نصرانی
یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اور اگر چاہو تو یہ
آیت پڑھ لو۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ
النَّاسَ عَلَیْهَا الآیۃ۔
(بخاری شریف)

نظیر چہارم

من ابی ھریرۃ ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ
الخلق فلما فرغ منہ قامت الرحم
فاخذت بحقو الرحمن فقال لھا مہ
قالت ھذا مقام العائذ بک من
القطیعۃ قال الا ترضین ان
اصل من وصلک واقطع من
قطعک قالت بلی یا رب قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق
کو پیدا فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو شاخِ رحم
پر قرابتوں نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم
قرابت قطع کرنے والوں سے پناہ مانگتے ہیں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں
کہ جو تم کو وصل کرے اس کو میں اپنے سے
ملاؤں اور جو تم کو قطع کرے اس سے میں بھی
قطع تعلق کروں؟ قرابتوں نے عرض کیا کیوں

فاقرأوا ان شئتم فهل عسيتم
ان توليتم ان تفسدوا في الارض
وتقطعوا ارحامكم اخرجه البخاری
ص ۲۱۶ وفي رواية قال ابو هريرة
اقرأوا ان شئتم مكان رسول
الله صلى الله عليه وسلم۔
اخرجها البخاری ص ۲۱۶

نہیں اے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
پس تمہارے لیے یہ فیصلہ ہو چکا۔ اور اس
کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فَهَلْ عَسَيْتُمْ
إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ
تُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝
بخاری شریف ص ۲۱۶

نظیر پنجم

عن ابي هريرة قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال
الله تبارك وتعالى اعددت
لعبادي الصالحين مالا عين رأت
ولا اذن سمعت ولا خطر على
قلب بشر واقرأوا ان شئتم
فلا تعلم نفس ما اخفي لهم من
قرة أعين ا ھ۔
اخرجه البخاری ص ۳۶۰
واحمد بن حنبل

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فرماتے
ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے
وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جو نہ آنکھوں
نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی
دل میں ان کا خطرہ گذرا۔ اور اگر چاہو تو یہ
آیت پڑھ لو۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ
لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۝
بخاری شریف
و مسند احمد

نظیر ششم

عن ابی ھریرۃ یبلغ بہ النبی
صلی اللہ علیہ السلام قال ان
فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب
فی ظلھا مائۃ عام لا یقطعھا
واقرأوا ان شئتم وظل ممدود۔
اخرجہ البخاری ص۲۲۴ و احمد
بن حنبل فی مسندہ ص۲۰۲ ج ۲۔

ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت
ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس بھی
چلے تو قطع نہیں کر سکے گا۔ اور اگر چاہو تو
یہ آیت پڑھ لو وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ

بخاری شریف

مسند احمد

نظیر ہفتم

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال ما من مومن
الا وانا اولی بہ فی الدنیا و
الاخرۃ واقرأوا ان شئتم النبی
اولی بالمومنین من انفسھم اھ
اخرجہ البخاری ص۳۲۳ و
احمد بن حنبل فی مسندہ
ص۳۳۴ و ص۳۲۸ ج ۲

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہر مومن کے ساتھ میں اس
کی جان سے زیادہ اس کے ساتھ دنیا اور
آخرت میں قریب ہوں اور اگر چاہو تو
اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ

بخاری شریف
و
مسند احمد

نظیرِ ہشتم

عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تقوم الساعة حتى تطلع الشمس من مغربها فاذا طلعت ورآها الناس امن من عليها فذلك حين لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن امنت من قبل او كسبت في ايمانها خيرا۔ اھ

اخرجه الامام الاحمد فی مسنده ج۲ ص۲۳۱ و ج۲ ص۳۱۳ و ج۲ ص۳۶۸ و ج۲ ص۵۳۰

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو اس وقت سب ایمان لے آئیں گے۔ مگر اس وقت یہ ایمان نفع نہیں دے گا اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا۔

مسند احمد

نظیرِ نہم

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مولود الا نخسه الشيطان الا ابن مريم وامه ثم قال ابو هريرة اقرءوا ان شئتم انى اعيذها

ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ کو شیطان ولادت کے وقت کونچہ دیتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کہ وہ اس سے محفوظ رہے پھر ابوہریرہ نے کہا اگر چاہو تو یہ

بك وذريتها من الشيطان الرجيم ۝	پڑھو ۔ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ
آہ مسند احمد صفحہ ۳۳۳ ج ۲	الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

نظیر دہم

عن ابی هريرة فی حديث طويل عن النبی صلی الله علیه وسلم انه سئل عن الحمر الاهلية فقال ما انزل الله علی فيها الاهذه الأية الجامعة فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ۝ ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره ۝	ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں مجھ پر کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا ۔ مگر یہ آیت جامعہ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝ (بخاری ومسلم ومسند احمد)

بخاری ومسلم ومسند امام احمد صفحہ ۲۶۲ ج ۲

حضرات اہلِ انصاف کو ان نظائر سے غالباً یہ اچھی طرح منکشف ہو گیا ہو گا کہ حضرت ابوہریرہ جب کسی حدیث کے بعد کوئی آیت استشہاداً ذکر فرماتے ہیں تو وہ مرفوع بھی ہوتی ہے ۔ چنانچہ اس حدیث کے بھی بعض رُواۃ کو اس کے مرفوع ہونے کا گمان ہے ۔ جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے ۔

حدثنا عبد الله قال حدثنی يزيد انا سفيان عن الزهری عن حنظلة عن ابی هريرة قال قال رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی بن مریم فیقتل الخنزیر ویمحوا الصلیب الی ان قال ثم تلا ابوھریرۃ وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا ہ فزعم حنظلۃ ان اباھریرۃ قال یؤمن بہ قبل موت عیسٰی فلا ادری ھذا کلہ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم او شئ قالہ ابوھریرۃ انتھی۔ مسند ص ۲۹۰ ج ۲ واخرجہ ابن کثیر ص ۲۳۵ ج ۲۔

یعنی حنظلہ کہتے ہیں کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ روایت از اول تا آخر سب حدیث مرفوع ہے یا آخری حصہ ابوہریرہؓ کا قول ہے۔ واللہ اعلم

اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی کل روایتیں مرفوع ہیں۔ گو بظاہر وہ موقوف ہوں۔

عن محمد بن سیرین انہ کان اذا حدث عن ابی ھریرۃ فقیل لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کل حدیث ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتھی۔ شرح معانی الآثار ص ۱۱ ج ۱ باب سؤر الھرۃ

اور جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر درمنثور کے ص ۲۴۲ ج ۲ پر اس روایت کو مرفوعاً نقل فرمایا ہے وہ یہ ہے:۔

اخرجہ ابن مردویہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم یوشك ان ینزل فیکم ابن مریم حکما
یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع
الجزیۃ ویفیض المال حتی یکون السجدۃ واحدۃ للہ
رب العلمین واقرؤا ان شئتم وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ
الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ موت عیسی
بن مریم ثم یعیدھا ابو ہریرۃ ثلث مرات - انتہی۔

اور ثُمَّ یُعِیْدُھَا کا لفظ نہایت صاف طور سے اس کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس سے ماقبل کا سب حصہ مرفوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ ابو ہریرہؓ ہی کا قول ہے تب بھی حجت ہے۔ ایک صحابی کا صحابہ کرام کے مجمع میں کسی بات کو علی الاعلان کہنا اور صحابہ کرام کا اس پر سکوت فرمانا یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے اور صحابہ کرام کا اجماع بہ اتفاق علمائے امت حجت قاطعہ ہے، اور خصوصاً وہ بات کہ جو بار بار اور مختلف مجامع میں کہی گئی ہو اور صحابہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا ہو اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ امر صحابہؓ کے نزدیک بالکل مسلم ہے اگر قابل انکار ہوتا تو ضرور صحابہ اس پر انکار فرماتے۔ صحابہ کرام سے یہ ناممکن ہے کہ ان کے سامنے کوئی قول منکر کہا جائے اور وہ اس پر انکار نہ فرمائیں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کا قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کرنا اور صحابہ کرامؓ کے مجامع اور مجالس میں اس کو بار بار بیان فرمانا اور کسی صحابی کا اس

میں انکار نہ کرنا اس امر کی قطعی اور صریح دلیل ہے کہ یہ امر تمام صحابہ کے نزدیک مسلم تھا۔ حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وقد اختار کون الضمیر لعیسیٰ ابن جریر وبہ قال جماعة من السلف وھو الظاھر لانہ تقدم ذکر عیسیٰ و ذھب کثیر من التابعین فمن بعدھم الی ان المراد قبل موت عیسیٰ کما روی عن ابن عباس قبل ھذا۔ فتح الباری

دونوں ضمیروں کا یعنی بہ اور موتہ کی ضمیروں کا حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہونا اس کو امام ابن جریر اور سلف کی ایک جماعت نے راجح قرار دیا ہے اور قرآن کریم کا سیاق بھی اس کو مقتضی ہے۔ کیونکہ گذشتہ کلام میں حضرت عیسیٰ ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع تابعین کثرت سے اسی طرف ہیں کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ قبل موت عیسیٰ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

قول ثانی

آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ بہ کی ضمیر تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسےٰ کی نبوت و رسالت اور ان کی عبدیت پہ ایمان لے آتا ہے جیسا کہ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ

قَبْلَ مَوْتِهِمْ اسی معنی کی صریح موید ہے یعنی نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت پر۔ یعنی اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ خدا اور خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ مگر یہ ایمان چونکہ خروج روح کے وقت ہوتا ہے۔ اس لئے شرعاً معتبر نہیں اور نہ آخرت میں نجات کے لئے کافی ہے۔ اس قرأت میں بجائے قَبْلَ مَوْتِهٖ کے قَبْلَ مَوْتِهِمْ بصیغہ جمع آیا ہے جو صراحۃً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قَبْلَ مَوْتِهِمْ کی ضمیر اہلِ کتاب کی طرف راجع ہے۔ لہذا اسی طرح دوسری قرأت میں بھی قَبْلَ مَوْتِهٖ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہونی چاہیئے، تاکہ دونوں قرأتیں متفق ہو جائیں۔ حافظ عسقلانی فتح الباری ص ۳۵۷ ج ۶ میں فرماتے ہیں۔

ورجح جماعة هذا المذهب بقراءة ابی بن کعب الا لیؤمننّ بالضم به قبل موتهم ای اهل الکتاب قال النووی معنی الآیة علی هذا لیس من اهل الکتاب احد یحضره الموت الا آمن عند المعاینة قبل خروج روحه بعیسیٰ علیه السلام وانه عبد الله ولکن لا ینفعه هذا الایمان فی تلك الحالة

علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب کی قرأت کی بنا پر اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور اس قول کی بنا پر آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر کتابی اپنی روح نکلنے سے پہلے اس بات پر ایمان لے آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان اس کو نافع اور مفید نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَیْسَتِ

کما قال اللہ عزوجل ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن ۔ فتح الباری ص ۳۵۵ ج ۶ ۔

التوبۃ الآیۃ یعنی جب موت آجائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔ فتح الباری

ترجیح ارجح و تصحیح اصح

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں راجح اور مختار قول اول ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ اسلئے کہ اس قول کا دارومدار ابی بن کعبؓ کی قرأت پر ہے اور یہ قرأت شاذ ہے۔ کسی صحیح یا سند سے بھی ثابت نہیں۔ سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں اس قرأت کی اسانید مذکور ہیں اور علیٰ ہذا اس باب میں جس قدر روایتیں ابن عباسؓ سے مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

واولیٰ ھذہ الاقوال بالصحۃ القول الاول وھو انہ لا یبقی احد من اھل الکتاب بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام الا اٰمن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ولاشک ان ھذا الذی قالہ ابن جریر ھو الصحیح

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح قول فقط یہی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور آیت کی تفسیر اس طرح کی جائے کہ آئندہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان لے آئیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے شک رسول ہیں اور یہی

لانہ مقصود من سیاق الآی و هذا القول هو الحق كما سنبينه بالدليل القاطع ان شاء الله تعالیٰ وبه الثقة وعليه التكلان - اه تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۳ ج ۲

ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی صحیح اور درست ہے کیونکہ سیاق آیت سے عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ذکر مقصود ہے اور یہی قول حق ہے جیسا کہ ہم اس کو دلیلِ قطعی سے ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر

اور دلیل قطعی سے وہ احادیث متواترہ مراد ہیں کہ جن میں صراحۃً یہ مروی ہے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہیگا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

تطبیق و توفیق

جاننا چاہیئے کہ دو قراءتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابی بن کعبؓ کی قراءت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے اور قراءت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں۔ ہر ایک قراءت بمنزلہ مستقل آیت کے ہے جو حجت ہے ہر کتابی اپنے مرنے کے وقت بھی حضرت مسیح کی نبوت پر ایمان لاتا ہے جب قیامت کے قریب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت بھی ہر کتابی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت مسیح

علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ قرأتِ متواترہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول کا ذکر ہے اور اہلِ کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے۔ جو نزول کے بعد لائیں گے۔

اور ابی بن کعبؓ کی قرأت شاذہ میں حضرت مسیح کی حیات اور نزول کا ذکر نہیں۔ نہ حیات کا ذکر ہے نہ وفات کا۔ فقط اہلِ کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے کہ جو اہلِ کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جُدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ میں دو قرأتیں ہیں ایک معروف اور ایک مجہول۔ اور ہر قرأت میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ اور تابعین سے یہ قرأت شاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح علیہ السلام کے بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اُترنے کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر درِ منثور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے[1] کہ لوگ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے مریں

[1] وہ روایت یہ ہے:۔ اخرج ابن المنذر عن شہر بن حوشب قال قال لی الحجاج یا شہر آیۃ من کتاب اللہ ما قرأتہا الا اعترض فی نفسی منہا شیٔ قال اللہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ وانی اوتی بالاساری فاضرب اعناقہم ولا اسمعہم یقولون شیئا فقلت رفعت الیک علی غیر وجہہا ان النصرانی اذا خرجت روحہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ومن دبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انہ اللہ وابن اللہ او ثالث ثلثۃ۔ عبد اللہ وروحہ وکلمتہ فیؤمن حین لا ینفعہ ایمانہ وان الیہودی اذا خرجت نفسہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ودبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انہ قتلتہ عبد اللہ وروحہ

باقی آگے صفحہ پر

گے وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اہل کتاب حضرت مسیح کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ لہٰذا ابی بن کعبؓ کی قرأت نزول عیسیٰ سے پہلے مرنے والوں کے حق میں ہے اور قرأتِ متواترہ ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔

پھر یہ کہ اہلِ کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں، وہ بھی یہی ایمان لاتے ہیں کہ عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صحیح و سالم آسمان پر اٹھا لئے گئے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ تعالیٰ وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ عن محمد بن علی بن ابی طالب وھو ابن الحنفیۃ قال قال لیس من اھل الکتب احد الا اتتہ الملئکۃ یضربون وجھہ ودبرہ ثم یقال یا عدو اللہ ان عیسیٰ روح اللہ وکلمتہ کذبت علی اللہ وزعمت انہ اللہ ان عیسیٰ لم یمت وانہ رفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقی یھودی ولا نصرانی الا اٰمن بہ انتہیٰ۔ تفسیر در منثور ص ۲۴۱ ج ۲

* فیؤمن بہ حین لا ینفعہ الایمان فاذا کان عند نزول عیسیٰ آمنت بہ احیاءھم کما آمنت بہ موتاھم فقال من این اخذتہا فقلت من محمد بن علی قال لقد اخذتہا من معدنہا قال شہر وایم اللہ ما حدثنیہ الا ولکنی احببت ان اغیظہ۔ تفسیر در منثور ص ۲۴۱ ج ۲۔

(ترجمہ) عبد بن حمید اور ابنِ منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد بن علی بن الحنفیہ سے آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ الخ کی تفسیر اس طرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہلِ کتاب میں سے مگر آتے ہیں فرشتے اسکی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں اس کے چہرے اور سرین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن! بیشک عیسیٰ اللہ کے خاص روح ہیں۔ تحقیق عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور تحقیق آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے پس اسوقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا۔ مگر حضرت مسیح پر ضرور ایمان لائے گا۔

عجب نہیں کہ جس طرح مشرکین کو مرنے کے وقت عقیدۂ فاسدہ پر توبیخ اور سرزنش کی جاتی ہے اسی طرح اہلِ کتاب کو بھی حضرت عیسیٰ کے بارے میں غلط عقیدہ کی بنا پر توبیخ کی جاتی ہو۔ کما قال اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ

امام ابنِ جریر اور ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ جب موت کا نزول ہوتا ہے تو حق اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دینِ حق اور دینِ باطل کا امتیاز نہ ہو جائے اس وقت تک روح نہیں نکلتی۔ اسی طرح ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آتا ہے اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری دلیل

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ وتفسیر

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی، جو ان کے وہم وگمان سے بھی بالا اور برتر تھی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل بنا دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں۔ کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس وقت

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی پریشانی دور کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ نہیں تحقیق میں تم کو تمہارے ان دشمنوں سے بلکہ اس جہان ہی سے پورا پورا لے لونگا اور بجائے اس کے کہ یہ نابنجار تجھکو پکڑ کر لے جائیں، اور صلیب پر چڑھائیں میں تجھکو اپنی پناہ میں لے لونگا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھکو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف اور مطہر اور معطر جگہ میں پہنچا دوں گا کہ تجھکو کفر اور عداوت کا رائحہ بھی محسوس۱؎ نہ ہو اور یہ نابنجار تجھکو بے عزت کر کے تیرے اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروؤں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا تیرے خدام اور غلام ان پر حکمران ہونگے اور یہ ان کے محکوم اور باج گزار ہوں گے۔ قیامت کے قریب تک یوں ہی سلسلہ رہیگا کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکمران رہینگے اور یہود اپنی ذلت و مسکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت و رفعت کا مشاہدہ کرتے رہینگے اور اندر سے تلملاتے رہا کرینگے۔ یہاں تک کہ جب قیامت قریب آجائیگی ——

اور دجال کو جیل خانہ سے چھوڑ دیا جائے گا تاکہ یہود بے بہود اپنی عزت اور حکومت قائم کرنے کے لئے اس کے ارد گرد جمع ہوئیں تو یکایک عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بصد جاہ و جلال آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہو گا اسکو تو خود اپنے دستِ مبارک سے قتل فرمائیں

۱؎ اشارۃ الی الاستنباط فلما احسّ عیسیٰ منھم الکفر ۱۲

گے اور باقی یہود کا قتل و قتال اور اس جماعت کا بالکلیہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہوگا۔ دجّال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائیگا نزول سے پہلے یہود اگرچہ حضرت مسیح کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت تھی مگر حضرت مسیح کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی ایمان لے آؤ یا اپنے وجود سے بھی دست بردار ہو جاؤ اور نصاریٰ کو حکم ہوگا کہ میری الوہیت ابنیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح مجھکو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔

الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے جیسا کہ آئندہ آیت میں اس طرف اشارہ فرماتے ہیں ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ٥ پھر تم سب کا میری طرف لوٹنا ہے پس اسوقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہو جائے گا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کر دیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہوگا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیاتِ مسیح کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائیگا اور روزِ روشن کی طرح تمام عالم پر یہ واضح ہو جائیگا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق

قبل اس کے کہ ہم آیات کی مفصّل تفسیر کریں گے لفظ توفی کی تحقیق ضروری سمجھتے ہیں۔

توفی وفا سے مشتق ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں، یہ مادہ خواہ کسی شکل اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضرور لئے ہوئے ہوگا کما قال تعالیٰ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ کہ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا و قال تعالیٰ وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ ناپ کو پورا کرو جب تم ناپو یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ جز ایں نیست کہ تم پورا پورا اجر قیامت کے دن دیئے جاؤ گے یعنی کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا میں بھی مل جائے گا مگر پورا پورا اجر قیامت کے دن ہی ملے گا۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفا سے مشتق ہے اس کے اصلی اور حقیقی معنی اخذ الشیٔ وافیا کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ باقی کچھ نہ رہے قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے سب جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لئے گئے ہیں۔ توفی سے اگر کسی جگہ موت کے معنی مراد لئے گئے ہیں تو وہ کنایۃً اور لزوماً مراد لئے گئے ہیں اسلئے کہ استیفاء عمر اور اتمام عمر کے لئے موت لازم ہے۔ توفی عین موت نہیں بلکہ موت تو توفی بمعنی اکمال عمر اور اتمام زندگی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ

ہے چنانچہ لسان العرب صفحہ ۲۸۲ ج ۲۰ میں ہے:-

توفی المیت استیفاء مدتہ التی وفیت لہ وعدد ایامہ وشہورہ و اعوامہ فی الدنیا یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو پورا کر دینا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال ہو گیا۔ وصال کے اصل معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصل معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔ بزرگوں کی موت کو موت کے لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لئے بجائے موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی اپنے رب سے جا ملے اور دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا اور کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرمائے عالمِ آخرت ہوئے۔ یا یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔ تو کیا اس استعمال سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ سمجھا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو اور ہیں۔ تشریف اور تکریم کی غرض سے بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ اسی طرح توفی کے لفظ کو سمجھئے کہ اصل اور حقیقی معنی تو استیفار اور اکمال کے ہیں۔ مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف و تکریم کسی کی موت کو توفی کے لفظ سے کنایۃً تعبیر کر دیا جاتا ہے جس سے قادیان اور ربوہ کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی

موت کے ہیں۔

علامہ زمخشری اساس البلاغہ ص ۳۰۴ ج ۲ میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفار اور استکمال کے ہیں اور موت کے معنی مجازی ہیں ۔

وفی بالعھد واوفی بہ وھو وفی من قوم وھم اوفیاؤ اوفاہ واستوفاہ وتوفاہ استکملہ ومن المجاز توفی وتوفاہ اللہ ادرکتہ الوفاۃ - اھ

او علی ہذا علامہ زبیدی تاج العروس شرح قاموس ص ۳۹۴ ج ۱۰ میں فرماتے ہیں۔

وفی الشئ وفیا تم وکثر فھو وفی ووافٍ بمعنی واحد وکل شی بلغ الکمال فقد وفیٰ وتم ومنہ اوفی فلاناً حقہ اذا اعطاہ وافیا واوفاہ فاستوفیٰ وتوفاہ ای لم یدع شیئا فہما مطاوعان لاوفاہ ووفاہ ومن المجاز ادرکتہ الوفاۃ ای المنیۃ والموت وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عزو جل اذا قبض نفسہ اھ۔

اب ہم چند آیتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوجائے گا کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے۔

آیت اوّل

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔

یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے، روحوں کو جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے وقت نیند کے پس روک لیتا ہے ان کو جن پر مقدر کی ہے اور واپس بھیج دیتا ہے ان کو وقتِ مقرر تک۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی بعینہ موت کا نام نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نیند کے ساتھ۔ یعنی تمہاری جانیں خدا کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ ہر روز سوتے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے۔ مرنے تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے بعد واپس نہیں کی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ آیۂ ہذا میں توفی کی موت اور نیند کی طرف تقسیم اس امر کی صریح دلیل ہے کہ توفی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں اور حِیْنَ مَوْتِھَا کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی موت کے وقت ہوتی ہے عین موت نہیں ورنہ خود شے کا اپنے لیے ظرف ہونا لازم آتا ہے لسان العرب سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استیفاء اور استکمال یعنی کسی شے کو

پورا پورا لینے کے ہیں۔ صاحب لسان توفی کی حقیقت بیان کر دینے کے بعد آیتِ موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں۔

ومن ذلك قوله عزوجل الله يتوفى الانفس حين موتها اى يستوفى مدد آجالهم فى الدنيا واما توفى النائم فهو استيفاء وقت عقله وتمیزہ الی ان نام۔ (لسان العرب ص۲۳ ج۲۰)

یعنی مرنے کے وقت جان اور روح پوری پوری لے لی جاتی ہے اور نیند کے وقت عقل اور ادراک اور ہوش اور تمیز کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ توفی کے معنی تو وہی استیفاء اور اخذ الشیٔ وافیا یعنی شے کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔ توفی میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوئی کہ ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ

وہی ہے کہ جو تم کو رات میں پورا پورا کھینچ لیتا ہے۔

اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔ حالانکہ نوم میں قبض روح پورا نہیں ہوتا۔

آیت سوم

حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

تا آں کہ عمر ایشاں را تمام کند مرگ

یعنی یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کر دے۔

اس آیت میں توفی کے معنی اتمامِ عمر اور اکمالِ عمر کے لئے گئے ہیں علاوہ ازیں قرآنِ پاک میں جا بجا موت کے مقابلہ میں حیات کو ذکر فرمایا ہے۔ توفی کو حیات کے مقابل نہیں ذکر... فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی حقیقت موت نہیں۔ ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جس طرح جا بجا موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح توفی کے مقابل بھی حیات کا ذکر کیا جاتا۔ چند آیتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جن میں حق تعالیٰ نے حیات کو موت کے مقابل ذکر فرمایا ہے توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔ قال تعالیٰ

(۱) یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا (۲) قال تعالیٰ کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا (۳) یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ (۴) ھُوَ اَمَاتَ وَاَحْیٰی (۵) یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ (۶) اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ (۷) وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (۸) لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی (۹) کَذٰلِکَ یُحْیِی اللّٰہُ الْمَوْتٰی (۱۰) یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ان آیات اور آئمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی منکشف ہوگئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ ہے جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔ حیوانیت کبھی انسانیت میں ہو کر پائی جاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ وغیر ذلک۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لفظ التوفی فی لغۃ العرب معناہ الاستیفاء والقبض وذلک ثلاثۃ انواع احدھا توفی النوم، والثانی توفی الموت والثالث توفی الروح والبدن جمیعًا اھ

الجواب الصحیح ص۲۸۳ ج ۲

لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں ہیں ایک توفی نوم یعنی نیند اور خواب کی توفی اور دوسری توفی موت کے وقت روح کو پورا پورا قبض کر لینا۔ تیسری توفی الروح والجسد۔ یعنی روح اور جسم کو پورا پورا لے لینا۔ اھ۔

یعنی روح اور جسم دونوں کو آسمان پر اٹھا لینا اور جن ائمہ لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ فقط قبض روح کو توفی کہتے ہیں اور اگر قبض روح مع البدن ہو تو اسکو توفی نہیں کہتے بلکہ اگر قبض روح کے ساتھ قبض بدن بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ توفی ہوگی۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ توفی ایک جنس ہے اور نوم (نیند) اور موت اور رفع جسمانی یہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم معین کرنے کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے اس لئے جہاں لفظ توفی کے ساتھ

موت اور اسکے لوازم کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے موت مراد لی جائے گی،

جیسے :-

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ۔

اے ہمارے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ پورا پورا پکڑے گا تم کو وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مسلط کیا گیا ہے۔

اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لیجائیگی اور جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد لئے جائینگے جیسے :-

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ

وہی خدا تمکو رات میں پورا پورا لیتا ہے۔

لیل کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔

ابو نواس کہتا ہے ؏

فلما توفاہ رسول الکریٰ

یعنی نیند کے قاصد نے اس کو پورا پورا لے لیا یعنی سلا دیا۔ اس شعر میں بھی توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہویا اور کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا۔ اور مرزا صاحب بھی دعوی مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھے تھے جیسا کہ براہین احمدیہ ص ۵۰۷ پہ لکھتے ہیں کہ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ یعنی میں تجھکو پوری نعمت دوں گا اور اسی کتاب کے ص ۴۹۸ اور ۵۰۴ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے،

غرض یہ کہ یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفار اور اخذ الشیٔ وافیاً یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ اگر کسی مرزائی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لا دکھاوے جس میں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ بلکہ ہم دعوٰی کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں .... جہاں کہیں بھی لفظ توفی آیا ہے سب جگہ توفی کے اصلی اور حقیقی ہی معنی مراد ہیں یعنی استیفاءٔ اور استکمال۔ مگر چونکہ عمر کے پورا ہو جانے کے بعد موت کا تحقق لازمی ہے اسلئے مجازاً یہ کہہ دیا گیا کہ یہاں موت کے معنی مراد ہیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ توفی کے اصلی معنی پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اسلئے استعمال کیا کہ اہل عرب پر موت اور نوم کی حقیقت واضح ہو جائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت سے بالکل بے خبر تھے کہ موت اور نوم میں حق تعالٰی کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ موت کو فنا اور عدم کے مترادف سمجھتے تھے اس لئے وہ بعثت اور نشاۃ ثانیہ کے منکر تھے اللہ تعالٰی نے ان کے رد کیلئے ارشاد فرمایا قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ آپ ان منکرین بعثت سے کہہ دیجئے کہ مر کر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا پورا پورا حق

وصول کر لیتا ہے یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے لے لی جاتی ہیں اور اللہ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں۔ قیامت کے دن پھر یہی ارواح تمہارے اجسام کے ساتھ متعلق کر کے حساب کیلئے پیش ہونگی۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں تم اپنے آپ کو دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل گئے تم جان ہو وہ فرشتہ لے جاتا ہے فنا نہیں ہوتے۔ انتہیٰ۔

شاہ صاحبؒ نے اپنے ان مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جس کی ہم نے وضاحت کی۔ اس آیت میں بھی توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ حق وصول کرنے کے ہیں۔ موت دینے والا تو صرف وہی محی اور ممیت ہے۔ ملک الموت تو اللہ کا حق وصول کرنے والا ہے۔

آیتِ توفی کی تفسیر

جب توفی کے معنی معلوم ہو گئے تو اب آیتِ توفی کی تفسیر سنیئے یہود بے بہبود نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی اسکو محسوس فرمالیا، کما قال فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ تو اللہ تعالےٰ نے اسوقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی کہ اے عیسیٰ گھبراؤ مت۔ یہ تو تدبیریں کر ہی رہے ہیں ہم بھی تدبیریں کر رہے ہیں عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان پانچ وعدوں کا ذکر فرمایا ہے

جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے ایک توفی، دوم رفع اور تطہیر من الکفار یعنی کافروں سے پاک کرنا اور چہارم متبعین کا منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رہنا اور پنجم فیصلہ اختلافات اول کے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات کے متعلق ہیں اور چوتھا خدام کے متعلق ہے اور پانچواں وعدہ فیصلہ کے متعلق ہے جس کا تعلق سب سے ہے۔

(۱) وَعدہ توفی

جمہور صحابہ اور تابعین اور عامہ سلف و خلف اس طرف گئے ہیں کہ آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی مراد ہیں یعنی پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک لے لینا۔ کیونکہ مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے کہ اے عیسیٰ تم ان دشمنوں کے ہجوم اور نرغہ سے گھبراؤ نہیں میں تم کو پورا پورا روح اور جسم سمیت ان نابکاروں سے چھین لوں گا۔ یہ نابکار اور ناہنجار اس لائق نہیں کہ تیرے وجود باوجود کو ان میں رہنے دیا جائے۔ اس کی ناقدردانی اور ناسپاسی کی سزا یہ ہے کہ ان سے اپنی نعمت واپس لے لی جائے حضرت مولانا الشاہ سید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیٰمۃ ونضر (آمین) فرماتے ہیں ؎

وجوہ لم تکن اھلاً لخیر

فیاخذ منھم عیسیٰ الیہ

یہ چہرے خیر کے قابل نہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام

کو ان سے لے کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

ویرفعہ ولا یبقیہ فیہم

کاخذ الشیئ لم یشکر علیہ

اور اپنی طرف اٹھا لیا اور ان میں نہ چھوڑا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے ایسا لے لیا جیسا کہ اس شے کو لے لیا جاتا ہے کہ جس کی ناقدری کی جائے۔

وحیز کما یحاز الشیئ حفظاً

واواہ الی مادعی لدیہ

اور ان سے چھین کر اپنے پاس محفوظ رکھا اور اپنے یہاں ان کو ٹھکانا دیا۔

اس مقام پر موت کے معنی مناسب نہیں اس لئے کہ جب ہر طرف سے خون کے پیاسے اور جان کے لیوا کھڑے ہوئے ہوں تو اسوقت تسلی اور تسکین خاطر کے لئے موت کی خبر دینا یا موت کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔ دشمنوں کا تو مقصود ہی جان لینا ہے اسوقت تو مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ تم گھبراؤ نہیں ہم تم کو تمہارے دشمنوں کے نرغہ سے صحیح وسالم نکال لے جائیں گے۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ ہم تم کو دشمنوں کے درمیان سے اس طرح اٹھالیں گے کہ تمہارے دشمنوں کو تمہارا سایہ بھی نہ ملے گا آیت میں اگر توفی سے موت کے معنی مراد ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام کی تو تسلی نہ ہوگی۔ البتہ یہود کی تسلی ہوگی اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ مسیح کے

قتل کی فکر کرو۔ میں خود ہی اُن کو موت دونگا اور تمہاری تمنا اور آرزو پوری کرونگا خود بخود تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی تمہیں کوئی مشقت بھی نہ ہو گی۔

(۲)

نیز یہ کہ توفی بمعنی الموت تو ایک عام شے ہے جس میں تمام مومن اور کافر انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے جو خاص طور پر ان سے توفی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کریم کے تتبع اور استقرار سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسےٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔

(۳)

نیز وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہو کیونکہ باجماع مفسرین وَمَکَرُوْا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلیب کی تدبیریں مراد ہیں اور مَکَرَ اللّٰہُ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور مَکَرَ اللّٰہُ کو مَکَرُوْا کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا مکر اور ان کی تدبیر تو

لہ قولہ تعالیٰ ومکروا ای بالقتل ومکر اللہ ای بالرفع الی السماء کما ہو مصرح فی التفسیر الکبیر ص ۴۶۳ ج ۲۔ ابن کثیر ص ۲۲۹ ج ۲۔ در منثور ص ۳۶ ج ۲۔ کشاف ص ۳۹ ج ۱ بیضاوی ص ۱۱ ج ۲۔ بحر المحیط ص ۴۷۲ ج ۲۔ روح المعانی ص ۲۰۵ ج ۲۔ والسراج المنیر ص ۲۱۵ ج ۱۔ تاریخ کامل ابن الاثیر ص ۱۱۰ ج ۱۔ جلالین ص ۵۰۔ ابو السعود ص ۱۳۵ ج ۱۔

نیست اور ناکام ہوئی اور اللہ سبحانہ کا مکر اور اس کی تدبیر غالب آئی سو اللہ غالب علیٰ امرہ۔ جیسے :-

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝

وہ بھی تدبیر کر رہے ہیں اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :-

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝

قوم ثمود نے آپس میں کہا کہ قسمیں اٹھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح (علیہ السلام) اور اُن کے متعلقین کو قتل کر ڈالیں اور بعد میں اُن کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس موقعہ پر حاضر نہ تھے اور ہم سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس طرح انہوں نے صالح علیہ السلام کے قتل کے مشورے اور تدبیریں کیں اور ہم نے بھی اُن کے بچانے کی خفیہ تدبیر کی کہ اُن کو خبر بھی نہ ہوئی وہ یہ کہ پہاڑ سے ایک بھاری پتھر لڑھک کر اُن پر آ گرا جس سے دب کر سب مر گئے (کما فی الدر المنثور) دیکھ لو کہ اُن کے مکر کا کیا انجام ہوا۔ ہم نے اپنے مکر اور تدبیر سے سب کو غارت کر ڈالا۔ اسی طرح اس آیت میں ومکروا کے بعد ومکر اللہ مذکور ہے۔

جس سے حق تعالیٰ شانہ، کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی وہ تو کارگر نہ ہوئی مگر ہم نے جو ان کی حفاظت کی نرالی اور انوکھی تدبیر کی

وہی غالب ہو کر رہی۔ پس اگر روح اور جسم کا پورا پورا لینا مراد نہ لیا جائے بلکہ توفی سے موت مراد لی جائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے۔ بلکہ موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنّا اور آرزو کے مطابق ہے۔ کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کما قال تعالیٰ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۝ کفار مکہ آپ کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کی تدبیر کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکّہ کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صحیح سالم آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کرا دی۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۝ یعنی یہود نے آپ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے صحیح و سالم نکال کر آسمان کی طرف ہجرت کرا دی۔ اب اس ہجرت کے بعد نزول اور تشریف آوری زمین کے فتح کرنے کیلئے ہو گی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لئے تشریف لائے اور تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام زمین کو فتح کرنے کے لئے نازل ہوں گے تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے یعنی ـ بمد فتح الی السماء ـ

وَعدہ دُوم

کَمَا قَالَ تَعَالیٰ

وَرَافِعُكَ اِلَیَّ

یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنی جانب اٹھاؤں گا جہاں کسی انسان کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تم کو رکھوں گا۔ اس آیت میں رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ اس لئے کہ:

(۱) رَافِعُكَ میں خطاب جسم مع الروح کو ہے۔

(۲) رفع درجات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور رفع روحانی بصورتِ موت، یہ مرزا صاحب کے زعم کے مطابق خود مُتَوَفِّيكَ سے معلوم ہو چکا ہے۔ لہذا دوبارہ ذکر کرنا موجب تکرار ہے۔

(۳) نیز رفع روحانی ہر مرد صالح اور نیک بخت کی موت کے لئے لازم ہے اس کو خاص طور پر بصورتِ وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

(۴) نیز باتفاق محدثین و مفسرین و مورخین یہ آیتیں نصاریٰ نجران کے مناظرہ اور ان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں اتری ہیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے۔ لہذا اگر رفع الی السماء کا عقیدہ غلط اور باطل تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدۂ ابنیت اور عقیدۂ تثلیث اور عقیدۂ قتل اور

صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرح رفع الی السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جسطرح وما قتلوہ او ما صلبوہ کہہ کر عقیدۂ قتل و صلیب کی تردید فرمائی اسی طرح بجائے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کے مَاتَ فَعَمَا اللّٰهُ فرما کر عقیدہ رفع الی السماء کی تردید ضروری تھی۔ سکوت اور مبہم الفاظ سے نصاریٰ کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے۔

نیز اگر توفی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہو تو وعدہ تطہیر من الکفار اور وعدہ کف عن بنی اسرائیل کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اس آیت میں حق جل شانہٗ کے ان انعامات اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن حق جل شانہٗ بطور امتنان عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجکو بنی اسرائیل کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

وعدہ سوم

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ میں تجکو اپنے اور تیرے دشمنوں یعنی کافروں سے پاک کروں گا۔ اور ان کے ناپاک اور نجس ہاتھ وسے میں

تجکو نہیں رہنے دوں گا بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجکو بلا لوں گا۔ لفظ مطہرک، کفر اور کافروں کی نجاست کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال فرمایا کما قال تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ یعنی یہ نجس اور گندے آپ کے جسم مطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیں گے اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اور اس وقت کو یاد کر جب بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے روک دیا۔ پس اگر خدانخواستہ قتل اور صلب میں کامیاب ہو گئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

چنانچہ تفسیر درمنثور ص ۳۲ ج ۲ میں حسن بصریؒ سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں مروی ہے یعنی ومخلصك من الیهود فلا یصلون الی قتلك یعنی تطہیر من الکفار سے یہ مراد ہے کہ اے عیسیٰ میں تجکو یہود سے چھڑاؤں گا اور ان کو تیرے قتل تک کبھی رسائی نہ ہو گی اور اِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الآیۃ کی آیت میں ایک خاص لطافت ہے وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی محفوظیت کو اس عنوان سے بیان فرمایا كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اور كَفَفْتُ بمعنی نَجَّيْتُ کا مفعول بہ بنی اسرائیل کو قرار دیا اور لفظ عَنْكَ بعد میں ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو تیرے سے دور رکھا۔ ان کو تیرے قریب بھی آنے نہ دیا کہ تجھے ہاتھ بھی لگا سکیں لفظ کف بھی تبعید کے معنی میں ہے اور لفظ عن بھی بُعد اور مجاوزۃ کے بیان کے لئے آتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ اذ نجیتك من بنی اسرائیل کہ تجکو بنی اسرائیل سے

نجات دی اور ان کے ہاتھوں سے تجھ کو چھڑا لیا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ہے۔ وَإِذْ أَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ - اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعونیوں کے عذاب سے بچایا اور نجات دی، اسلئے اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دشمنوں سے ایذائیں اور تکلیفیں اٹھائیں مگر اخیر میں اللہ نے ان مصائب اور تکالیف سے نجات دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایذا۔ تو کیا پہونچاتا وہ خود بھی اُن تک نہ پہنچ سکا۔ اللہ نے دشمنوں کو دور ہی رکھا اور کسی بدذات کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیا اور جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر آسمان پر اٹھا لیا۔ تمام تفاسیر معتبرہ میں یہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے رہا ہو کر کشمیر پہنچے اور ستاسی سال کے بعد کشمیر میں وفات پائی۔ حالانکہ کشمیر اسوقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملکِ شام سے کسی طرح بہتر نہ تھا۔ شام حضراتِ انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ تعالےٰ یہ فرماتے ہیں وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہ میں تجکو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے کما قال اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اُن کی نبوت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ لہذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کشمیر جانے کے کیا معنی ہ؟

وعدہ چہارم

غلبۂ متبعین بر منکرین

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اور اے عیسیٰ ! میں تیری پیروی کرتے والوں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا +

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ ہیں۔ وہاں نصاریٰ یہود پر غالب اور حکمران ہیں آج تک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ میں کبھی حکمرانی نصیب نہیں ہوئی۔

وعدۂ پنجم

فیصلہ اختلاف

ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ؈

یہ پانچواں وعدہ ہے کہ جو اختلافات کے فیصلہ کے متعلق ہے تمام اختلافات کا آخری فیصلہ تو آخرت کے دن ہو گا۔ لیکن یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام کے اختلافات کا ایک فیصلہ قیامت قائم ہونے سے کچھ روز پہلے ہو گا اور وہ مبارک وقت ہو گا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے

اور دجال کو قتل کریں گے اور یہود کو چن چن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی اسوقت اپنی جان نہیں بچاسکے گا۔ اسوقت شجر حجر بھی یہ کہیں گے ھذا یہودی ورائی فاقتلہ، یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کیجئے۔ صلیب کو توڑیں گے جس سے نصاریٰ کی اصلاح مقصود ہو گی۔ یہود حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائیں گے اور نصاریٰ ان کی الوہیت اور ابنیت سے تائب ہو کر ان کے عبد اللہ اور رسول اللہ ہونے کا اقرار اور اعتراف کریں گے اور اہل اسلام اس وقت اپنی آنکھوں سے ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کر لیں گے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں اور بیساختہ ان کی زبانوں سے یہ نکلے گا۔

ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ	یہی ہے وہ کہ جس کا اللہ اور اس کے
وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ	رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور بیشک
وَرَسُوْلُہٗ ۔	اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔

اور اہل اسلام کے ایمان اور تسلیم میں اور زیادتی ہو گی اور وَمَا زَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا کے مصداق ہوں گے۔ اور اب تک تو نزول عیسیٰ بن مریم اور قتل دجال وغیرہ پر ایمان بالغیب تھا لیکن اب مشاہدہ کے بعد ایمانِ شہودی ہو جائے گا کہ جس میں ارتداد کا اندیشہ نہ رہیگا۔ غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے اور روئے زمین پر کوئی دین سوائے اسلام کے باقی نہ رہے گا۔ اس طرح یہ فیصلہ کا وعدہ بھی پورا ہو جائیگا۔

۱۱۰

توفی کی دوسری نوع

اور اگر اس آیت میں توفی کی دوسری نوع یعنی نوم (نیند) مراد لی جائے تب بھی مرزا صاحب کے لئے مفید نہیں کیونکہ اس صورت میں مُتَوَفِّیْکَ معنی میں منیمک کے ہوگا اور آیت کے معنی یہ ہونگے کہ اے عیسیٰ میں تجھکو سلاؤنگا اور سونے کی حالت میں تجھکو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے منقول ہے۔

قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسیٰ علیہ السلام قد نام فرفعہ اللہ نائما الی السماء معناہ انی منیمک ورافعک الی کما قال تعالےٰ وھو الذی یتوفّٰکم باللیل ای ینیمکم۔ واللہ اعلم۔

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ آیت میں توفی سے نوم یعنی نیند مراد ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اسی حالت میں آسمان پر اٹھایا اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسٰی میں تجھکو سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجھکو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ... وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ (وہی ہے کہ جو تم کو رات میں سُلاتا ہے) میں توفی سے نوم مراد ہے۔

لیکن توفی بمعنی نوم سے بھی مرزا صاحب کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی کیونکہ نیند کی حالت میں آدمی زندہ رہتا ہے مرتا نہیں۔

توفی کی تیسری نوع

یعنی موت

اور اگر اس آیت میں توفی سے اسکی تیسری نوع مراد لی جائے جیسا کہ علی بن طلحٰہ حضرت ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ تب بھی مرزا صاحب کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ امام بغوی فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک مطلب تو وہ ہے کہ جو وہب بن منبہ اور محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً حضرت عیسیٰ کو وفات دی اور پھر کچھ دیر کے بعد اُن کو زندہ کر کے آسمان پر اُٹھایا۔ وہب یہ کہتے ہیں کہ دن کی تین ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ اور محمد بن اسحٰق یہ کہتے ہیں کہ دن کی سات ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ غرض یہ کہ اگر توفی بمعنی موت تین ساعت یا سات ساعت کے لئے پیش بھی آئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی اور رفع الی السماء بھی واقع ہوا ہے اور مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔

دوسرا مطلب

ابن عباسؓ کے اس قول کا دوسرا مطلب ہے کہ خود ابن عباسؓ

کے شاگرد خاص یعنی ضحاک سے منقول ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں فرماتے ہیں۔

اخرج اسحاق بن بشر وابن عساکر من طریق جوهر عن الضحاك عن ابن عباس فی قوله تعالٰی انی متوفیك و رافعك الی یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان۔

ضحاک کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ کی تفسیر میں یہ فرماتے تھے کہ حضرت مسیح کا رفع مقدم ہے اور ان کی وفات اخیر زمانہ میں ہوگی۔

درمنثور صفحہ ۳۶ ج ۲

پس اگر ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک سے مروی ہے تو اُن سے تقدیم و تاخیر بھی مروی ہے۔ لہٰذا ابن عباس کے نصف قول کو جو اپنی ہوائے نفسانی اور غرض کے موافق ہو اسے لینا اور حجت قرار دینا اور دوسرے نصف کو جو ان کی غرض کے مخالف ہو اس سے گریز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے تارکِ نماز کا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ سے حجت پکڑنا اور اَنْتُمْ سُکَارٰی سے آنکھیں بند کر لینا، نصف قول کو ماننا اور نصف قول سے قطع نظر کر لینا، یہ نصف الاعمٰی اور نصف البصیر ہی کا کام ہے۔

علاوہ ازیں ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر جو ممیتک مروی ہے اس کا راوی علی بن طلحہ ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے نہ کچھ سنا ہے اور نہ اُن کو دیکھا ہے۔

لہٰذا علی بن طلحہ کی روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی ہے جو حجت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے برعکس ابن عباس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح و سالم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا باسانیدِ صحیحہ اور جیدہ منقول ہے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ابن عباسؓ کی وہ تفسیر کہ جس کی سند ضعیف اور منکر اور غیر معتبر ہو وہ تو مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو جائے اور ابن عباس کی وہ تفسیر جو اسانیدِ صحیحہ اور جیدہ اور روایاتِ معتبرہ سے منقول ہے وہ مرزا صاحب کے نزدیک قابلِ قبول نہ ہو۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے

میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تصریحات

(۱) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور فتح الباری کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ ابن عباس کے نزدیک وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ میں قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی قبل موت عیسیٰ اور اسی پر ابن عباس کو جزم اور یقین تھا۔ علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

وَالصحیح کما قال القرطبی ان اللہ تعالیٰ رفعہ من غیر وفاۃ و لا نوم وھو روایۃ

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور بغیر نیند کے زندہ آسمان پر

الصحیحین عن ابن عباسؓ: اُٹھا لیا اور ابنِ عباسؓ کا صحیح قول

آہ روح المعانی یہی ہے۔

امام قرطبی کے کلام کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابن عباسؓ سے صحیح روایت یہی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور اس کے خلاف جو روایت ہے وہ ضعیف ہے قابلِ اعتبار نہیں۔

قال الحافظ عماد الدین بن کثیر عن ابن عباسؓ قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء الی ان قال و رفع عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیھود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ وھذا اسناد صحیح الی ابن عباس۔

حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص پر اُن کی شباہت ڈال دی گئی۔ اور وہ قتل کر دیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے اس اثر کی سند صحیح ہے۔

تفسیر ابن کثیر ص۹ ج ۳

---

(۳) اور تفسیر فتح البیان ص ۳۴۲ ج ۲ پر ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے سچ کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ بیشک اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

علامہ آلوسی نے وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ کی تفسیر میں ابنِ عباسؓ کا

قول نقل کیا کہ مکر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ روح المعانی ص ۱۵۷ ج ۳۔

(۴) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ سے نزول عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے۔

(۵) محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ ص ۲۶ ج ۱ پر ابن عباسؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء کے بارے میں نص صریح ہے ہم اس کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں و ہو ہذا:۔

اخبرنا هشام بن محمد بن السائب عن ابيه عن ابي صالح عن ابن عباس قال كان بين موسى بن عمران وعيسى بن مريم الف سنة وتسعمائة الى ان قال وان عيسى صلى الله عليه وسلم حين رفع كان ابن اثنتين وثلاثين سنة وستة اشهر وكانت نبوته ثلاثين شهرا وان الله رفعه بجسده وانه حيّ الآن وسيرجع

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ انیس سو سال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت اٹھائے گئے تو ان کی عمر شریف ۳۲ سال اور چھ ماہ کی تھی اور زمانہ نبوت تیس ماہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ان کے جسم سمیت اٹھایا دراں حالیکہ وہ زندہ تھے اور آئندہ زمانہ میں پھر وہ دنیا کی طرف واپس آئیں گے اور بادشاہ ہوں گے اور پھر چند روز بعد وفات پائیں گے۔ جیسے اور لوگ وفات

الی الدنیا فیکون ملکا ثم یموت کما یموت الناس الخ پلٹتے ہیں۔ طبقات کبریٰ ص۲۶ ج ۱ مطبوعہ لیدن (جرمنی)

حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور دوبارہ نزول صراحۃً معلوم ہو گیا۔ اس روایت میں ابن عباس نے سیرجع الی الدنیا کا لفظ استعمال فرمایا جو رجوع سے مشتق ہے جس کے معنی واپسی کے ہیں یعنی جس طرح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے اسی جسم کے ساتھ اسی طرح دوبارہ واپسی اور تشریف آوری ہو گی۔ خود بہ نفسِ نفیس دوبارہ دنیا میں واپس تشریف لائیں گے کوئی اُن کا مثیل اور شبیہ نہیں آئے گا۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ اگر ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ منقول ہے تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی منقول ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب اُن کا آسمان سے نازل ہونا یہ بھی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

مرزا صاحب کو چاہیئے کہ ابن عباسؓ کے ان اقوالِ صریحہ کو بھی تسلیم کریں حالانکہ ان اقوال کی اسانید نہایت صحیح اور قوی ہیں اور متوفیک کی تفسیر جو ممیتک سے مروی ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

جواب دیگر

اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ صحیح ہے تو یہ کہیں گے کہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام کے ص ۹۴۳ پر لکھتے ہیں کہ اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ انتہیٰ کلامہ

مرزا صاحب اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ اماتت کے معنی کبھی سلانے کے بھی آجاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا اور موت دینا اماتت کے حقیقی معنی ہیں اسی طرح سلانا اور بیہوش کرنا بھی اماتت کے حقیقی معنی ہیں۔ لہٰذا جب مرزا صاحب کے نزدیک اماتت کے حقیقی معنی سُلانے کے بھی ہیں تو ابن عباسؓ کی تفسیر ممیتک میں اگر اماتت سے سلانے کے معنی مراد لئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسلئے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نیند کی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ ربیع سے منقول ہے اور حدیث میں بھی اماتت بمعنی انامت یعنی سلانے کے معنی میں آیا ہے۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

اقوالِ مفسّرین

گذشتہ تفصیل کے بعد اب کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں مگر چونکہ

توفی کے استعمالات مختلف ہیں اس لئے حضرات مفسرین سے اس آیت کی جو توجیہات منقول ہیں ہم ان توجیہات کو نقل کر کے یہ بتلانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تمام مفسرین سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آیت شریفہ کی توجیہات اور تفسیری تعبیرات میں اگرچہ بظاہر اختلاف ہے لیکن رفع الی السماء پر سب متفق ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں ۔

عبارا تنا شتّٰی و حسنك واحد
و کل الی ذاك الجمال یشیر

ہماری تعبیرات مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے سب کا اشارہ اسی ایک حسن کی طرف ہے۔

قولِ اوّل

توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے عیسٰی تم دشمنوں سے گھبراؤ نہیں یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں یہ سب ناکام رہیں گے۔ میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تم کو آسمان پر اٹھاؤں گا چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں۔

الاول معنی قولہ انی متوفیك	اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسٰی
ای انی متمم عمرك فحینئذٍ	میں تیری عمر پوری کروں گا۔ کوئی شخص

اتوفاك فلا اتركهم حتى
يقتلوك بل انا رافعك
الى السماء ومقربك بملائكتي
واصونك عن ان يتمكنوا من
قتلك وهذا تاويل حسن۔
تفسیر کبیر ص۴۸۱ ج ۲

تجھ کو قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کر سکتا۔
میں تجھ کو تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں
چھوڑوں گا کہ وہ تجھ کو قتل کر سکیں۔ بلکہ میں
تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے فرشتوں
میں رکھوں گا۔ امام رازی فرماتے ہیں، کہ یہ
معنی نہایت عمدہ ہیں۔

اور اسی معنی کو علامہ زمخشریؒ نے تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے اور اس معنی کر کلام اپنے حال پر ہے۔ کلام میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ توفی کے معنی اتمام عمر کے ہیں جو ابتدائے عمر سے لے کر اخیر عمر تک صادق ہیں اسی درمیان میں رفع الی السماء ہوا اور اسی درمیان میں نزول ہوگا اور وقت پر وفات ہوگی۔ اسی طرح عمر شریف پوری ہوگی۔

ـه قال الزمخشري اني متوفيك اي مستوفي اجلك ومعناه اني عاصمك من ان يقتلك الكفار ومؤخرك الى اجل كتبته لك ومميتك حتف انفك لا قتلا بايديهم اه فسره بمادة من باب الاستفعال وقوله ومعناه الخ يريد حاصل المقام وماجرى في سلسلة الواقعة لا تفسيره لفظيا فانه مرض فيما بعد ولم يرضه ان يكون تفسيره ابتداء حيث قال ومميتك في وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الان. وقد عدل الله عن لفظ الاماتة لكد يبادة ويواجه عيسى به في مقابلة اليهود هل ذكر التناول (باقی آئندہ صفحہ پر)

قول دوم

توفی سے قبض من الارض کے معنی مراد ہیں۔ یعنی اے عیسیٰ میں تم کو ان کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا۔ جیسا کہ امام رازی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔

ان التوفی ھو القبض یقال وفانی فلان دراھمی واوفیتھا کما یقال سلم فلان الی دراھمی وتسلمتھا۔

(تفسیر کبیر ص۴۸۱ ج ۲)

یعنی توفی کے معنی کسی شے پر پوری طرح قبضہ کر لینے کے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے پورے روپے دیدیئے۔ اور میں نے اپنے پورے روپے اس سے وصول کر لئے۔

آیت کے یہ معنی حسن بصری اور مطر وراق اور ابن جریج اور محمد بن جعفر بن زبیر سے منقول ہیں۔ اور امام ابن جریر طبری نے اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے اس معنی کو بھی آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ قول اوّل اور قول ثانی دونوں قولوں میں توفی کے معنی استیفار اور استکمال ہی کے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے قول میں استیفار سے اجل اور عمر کا اتمام اور اکمال مراد لیا گیا۔ اور دوسرے قول میں ایک شخص اور ایک ذات کا پورا پورا قبضہ میں لینا مراد

(بقیہ) والاستیفا ثم لیجری ما یجری کل حی مستکمل مدۃ العمر ومود ا ۱ ا ۱ انتھی اجلہ ۱۲ مشکلات القرآن ص۱۳۲ ۔

لیا گیا ہے۔ ایک جگہ استیفار اجل ہے اور ایک جگہ استیفار شخص اور استیفا قبضہ ہے۔

قول سوم

توفی کے معنی اخذ الشیٔ وافیا کے ہیں کسی شے کو پورا پورا لے لینا اور اس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لے لینا مراد ہے۔ جیسا کہ امام رازی فرماتے ہیں۔

ان التوفی اخذ الشی وافیا ولما علم اللہ تعالیٰ ان من الناس من یخطر ببالہ ان الذی رفعہ اللہ ھو روحہ لا جسدہ ذکر ھذا الکلام لیدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وبجسدہ ویدل علی صحۃ ھذا التاویل قولہ تعالیٰ وما یضرونک من شئ۔ تفسیر کبیر ص۲۸۱ جز ۲

توفی کے معنی کسی شے کو پورا پورا اور بجمیع اجزاء لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرے گا کہ شاید اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کی صرف روح کو اٹھایا اس لئے متوفیک کا لفظ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ تم کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ نہ روح کو نہ جسم کو۔

قول چہارم

توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ یعنی سلا کر تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔ یہ قول ربیع بن انس سے مروی ہے۔

قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم و کان عیسیٰ علیہ السلام قد نام فرفعہ اللہ نائما الی السماء معناہ منیمک و رافعک الی کما قال تعالیٰ وھو الذی یتوفکم باللیل۔

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ توفی سے نوم یعنی نیند کے معنی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونے کی حالت میں آسمان پر اٹھایا جیسا کہ ق هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ اس آیت میں توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔

تفسیر درمنثور ص۳۶ ج۱ و معالم التنزیل تفسیر کبیر وغیرہ وغیرہ

قول پنجم

توفی سے موت کے معنی مراد ہیں جیسا کہ علی بن ابی طلحہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کے معنی ممیتک روایت کرتے ہیں۔

امام بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی اس روایت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو چند ساعت مردہ رکھا

اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ جیسا کہ محمد بن اسحٰق اور وہب سے منقول ہے
(اس قول پر آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔

دوسرا مطلب وہ ہے جو ضحاک سے مروی ہے وہ یہ کہ آیت میں تقدیم و
تاخیر ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ :-

انی متوفیک بعد انزالک من السماء۔ میں تجکو آسمان سے اترنے کے بعد موت دوں گا۔

کیا تقدیم و تاخیر تحریف ہے ؟

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص ۹۴۲ ج ۲ و ص ۹۲۶ ج میں لکھتے
ہیں اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفیک موخر ہے سو اُن یہودیوں کی
کی طرح تحریف ہے کہ جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ انتہی

جواب

تقدیم و تاخیر نہ قواعد عربیت کے خلاف ہے اور نہ فصاحت و بلاغت
میں مخل ہے بلکہ بسا اوقات عین فصاحت اور عین بلاغت ہے فصحاء اور
بلغاء کے کلام میں شائع اور ذائع ہے۔ امام رازی قدس اللہ سرہٗ فرماتے
ہیں :-

ومثلہ من التقدیم والتاخیر کثیر فی القرآن ابن عباس کی تفسیر میں جو تقدیم و تاخیر آئی اس قسم کی تقدیم و تاخیر

تفسیر کبیر ص۴۸ ج ۲ — قرآنِ کریم میں کثیر ہے۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قال جماعة من اهل المعانی منهم الضحاک والفراء فی قوله تعالی انی متوفیک ورافعک الی علی التقدیم والتاخیر لان الواو لا توجب الرتبة والمعنی انی رافعک الی ومطهرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد ان تنزل من السماء کقوله تعالی ولولا کلمة سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی والتقدیر ولولا کلمة سبقت من ربک واجل مسمی لکان لزاما۔

اہلِ علم کی ایک جماعت جن میں ضحاک اور فراء بھی ہیں یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے اس قول اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں تقدیم و تاخیر ہے اور اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ ترتیب کو مقتضی نہیں اور معنی آیت کے اس طرح ہیں کہ اس وقت رفع ہوگا اور توفی یعنی وفات کے بعد نزول کے ہوگی اور تقدیم و تاخیر کے نظائر قرآن کریم میں موجود ہیں جیسا کہ وَلَوْلَا کَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ لَکَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّی اس آیت میں بھی تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل تقدیر عبارت اس طرح ہے ولولا کلمة سبقت من ربک واجل مسمی یعنی وَاَجَلٌ مُّسَمًّی

ف وفی الکشاف وقیل متوفی فی نفسک بالنوم من قوله والتی لم تمت فی منامها ورافعک وانت نائم حتی لا یلحقک خوف تستیقظ وانت فی السماء آمن مقرب ۱۲ کشاف ص۳۶۶ ج ۱۔

کا عطف کلا پر ہے اور فکان لِزاماً دونو ہی کی خبر ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

قال الشاعر ؎

الا یا نخلة من ذات عرق
علیک و رحمة اللّٰہ السلام

تفسیر قرطبی ص۹۹ ج۴

اے مقام نخلہ تجھ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو اس شعر میں تقدیم و تاخیر ہے کہ السلام مؤخر ہے کہ جو معطوف علیہ ہے اور ورحمۃ اللہ علیہ مقدم ہے جو معطوف ہے۔ قاعدہ کا مقتضٰے یہ ہے کہ معطوف علیہ مقدم ہو اور معطوف مؤخر ہو اور شعر میں معطوف یعنی ورحمۃ اللہ مقدم ہے اور معطوف علیہ یعنی السلام مؤخر ہے۔
(تفسیر قرطبی)

وقال تعالیٰ ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیی فقالت طائفة ھو مقدم و مؤخر و معناہ نحیی و نموت الخ

لسان العرب ص۱۳۲ ج۱۰

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیٰی میں تقدیم و تاخیر ہے اصل کلام نحیی و نموت ہے اس لئے کہ حیات مقدم ہے اور موت اس کے بعد ہے مگر آیت میں نموت مقدم ہے اور نحیی مؤخر ہے۔

وقال تعالیٰ حتی تستانسوا و تسلموا قال الفراء ھذا مقدم و مؤخر انما ھی حتی تسلموا و تستانسوا السلام علیکم

اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت چاہو اور سلام کرو۔ فراء کہتے ہیں کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے پہلے سلام ہے اور بعد

۱۰ ادخل ۔۔۔ میں استیذان ۔ اجازت حاصل کرنے کے لئے اس طرح کہنا چاہیئے ۔السلام علیکم ء ادخل ۔
لسان العرب ص۱۲ ج ۲ ۔ سلام ہو تم پر کیا میں اندر آسکتا ہوں ۔

بنی اسرائیل میں جو قتل کا واقعہ پیش آیا ، قرآن کریم میں اس واقعہ کو وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ سے بعد میں بیان فرمایا اور اس کے متعلق جو احکام صادر ہوئے ان کو پہلے بیان فرمایا ۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً الآیات ۔ اور قرآن کریم میں واقعات کو بکثرت مقدم و موخر بیان کیا گیا ہے ۔

کما قال ابوحیان وقال بعض الناس التقدیم والتاخیر حسن لان ذلک موجود فی القران فی الجمل وفی الکلمات وفی کلام العرب واورد من ذلک جملا من ذلک قصۃ نوح علیہ السلام فی اہلاک قومہ وقولہ وقال ارکبوا وفی حکم من مات عنہا زوجہا بالتربص بالاربعۃ الشہر ومتاع الی الحول اذ الناسخ مقدم والمنسوخ متاخر ۔

کذا فی البحر المحیط ص۲۵۹ ج ۱ ۔

بطور نمونہ چند آیات پر اکتفا کیا ورنہ قرآن کریم ہی میں تقدیم و تاخیر کے صدہا نظائر موجود ہیں اور حدیث میں تو کوئی شمار نہیں غرض یہ کہ تقدیم و تاخیر تحریف تو کیا ہوتی فصاحت و بلاغت کے بھی خلاف نہیں اور

آیتِ توفی میں تقدیم و تاخیر خود ابنِ عباسؓ سے مروی ہے جیسا کہ تفسیر دُرِ منثور میں مذکور ہے۔

مرزا صاحب بھی تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں

مرزا صاحب مسیح ہندوستان کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں: "اور مطہرک کی پیشین گوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کریگا اور وہ زمانہ یہی ہے"۔ (یعنی مرزا جی کا زمانہ) اھ

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح سے جو تطہیر کا وعدہ تھا وہ مرزا جی کے زمانہ میں پورا ہوا اور جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ یعنی متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ اس وعدہ سے بہت پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ واقعۂ صلیب کے تین سو سال بعد عیسائیوں کی سلطنت قائم ہو گئی تھی اور متبعین کے غلبہ کا وعدہ پورا ہو گیا تھا۔ لہذا مرزا جی کے قول پر آیت میں تقدیم و تاخیر لازم آئی۔ اس لئے کہ متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ جو آیت میں وعدۂ تطہیر کے بعد مذکور ہے وہ تو پہلے پورا ہوا۔ اور وعدۂ تطہیر جو پہلے مذکور ہے وہ مرزا جی کے زمانہ میں انیس سو سال کے بعد پورا ہوا۔

فائدہ

متعلقہ بآیت مائدہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفار اور استکمال اور اخذ الشئ وافیا (یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں)، اور اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی سے رفع آسمانی مراد ہے۔ تو اسی طرح سورۂ مائدہ کی آیت توفی کو سمجھئے کہ وہاں بھی توفی سے رفع الی السمار ہی مراد ہے اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنی فَلَمَّا رَفَعْتَنِیْ اِلَی السَّمَاءِ کے ہیں۔ چنانچہ تمام معتبر تفاسیر میں تَوَفَّیْتَنِیْ کی تفسیر رفعتنی کے ساتھ مذکور ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ پر اکتفار کرتے ہیں۔

جیسا کہ تفسیر ابنِ جریر اور ابن کثیر اور درمنثور میں ہے امام رازی تفسیر کبیر ص ۷۰۰ ج ۲ میں لکھتے ہیں فلما توفیتنی المراد بہ وفاۃ الرفع الی السماء الخ اور تفسیر ابو السعود ص ۷۰۱ ج ۳ و رافعک الی فان التوفی اخذ الشئ وافیا اور اسی طرح تفسیر بیضاوی ص اور معالم التنزیل ص ۳۰۰ ج ۱۔ اور مدرک التنزیل ص ۲۴۲ ج ۱۔ اور تفسیر خازن ص ۶۰ ج او تفسیر روح المعانی ص

الغرض ان تمام تفاسیر میں صراحۃً اس کی تصریح ہے کہ توفی سے رفع الی السمار مراد ہے اور بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آیتِ مائدہ میں توفی

سے کنایۃً موت مراد لی گئی ہے تب بھی مرزا صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس آیت میں اُس وفات کا ذکر ہے جو بعد از نزول قیامت سے پہلے ہوگی۔ کیونکہ آیت کا تمام سیاق و سباق اس بات پر شاہد ہے کہ یہ تمام واقعہ کوئی گذشتہ واقعہ نہیں بلکہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے اور قیامت سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ اور ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ اور یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا o سے صاف ظاہر ہے۔ تفسیر درِّ منثور ص ۳۴۹ ج ۲ میں ہے۔

اخرج عبد الرزاق و ابن ابی حاتم عن قتادۃ فی قولہ وانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ متی یکون ذلک قال یوم القیمۃ الاتری انہ یقول یوم ینفع الصدقین۔

ترجمہ:۔ عبد الرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا کہ قتادہ سے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ الخ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو یہ فرمایا کہ قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے، کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے:۔

روی ابن عساکر عن ابی موسی الاشعری قال قال

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کان یوم
القیمۃ یدعی بالانبیاء و اممھم ثم یدعیٰ بعیسٰی
فیذکرہ نعمتہ علیہ فیقربھا فیقول یعیسیٰ اذکر
نعمتی علیک وعلیٰ والدتک الآیۃ ثم یقول ءانت
قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون
اللّٰہ۔ فینکران یکون قال ذلک الحدیث۔

تفسیر ابن کثیر صہ ۲۸۱ ج ۳

ترجمہ: ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیار اور اُن کی اُمتوں کو بلایا جائیگا۔ پھر حضرت عیسیٰ کو بلایا جائے گا۔ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو اپنے قریب بُلا کریہ فرمائیں گے کہ تم نے ہی کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں گے کہ معاذ اللہ میں نے ہرگز نہیں کہا۔

واخرج ابن مردویہ عن جابر عبد اللّٰہ انہ سمع
النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اذا کان یوم القیمۃ
جمعت الامم ودعا کل اناس بامامھم قال و
یدعیٰ عیسٰی فیقول یعیسیٰ یعیسٰی ءانت قلت للناس
اتخذونی وامی الٰھین من دون اللّٰہ۔ فیقول
سبحٰنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق
الیٰ قولہ یوم ینفع الصٰدقین۔ تفسیر درمنثور صہ ۳۴۹ ج ۲۔

اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو کہ پہلی حدیث کا ہے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث کی طرح جابر بن عبداللہ کی اس روایت میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے یہ دریافت کیا جائے گا۔

مرزا جی جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی مرزا جی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد کشمیر تشریف لے گئے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سرینگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے یہ نہ کسی آیت سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے۔ اور نہ کسی صحابی اور تابعی بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی اسی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال سے منقول ہو کر جنہوں نے کریم بخش کے صادق ہونے کی گواہی دی ہے۔

مرزا جی ازالۃ الاوہام ص ۷۰۰ میں لکھتے ہیں کہ کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس پہلے مجھ کو کہا کہ اب عیسیٰ جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ پھر کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن لال، گنیشا مل وغیرہ ہیں اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت نہیں ہوا۔ انتہی الکلام المرزا الغلام

ائمہ حدیث جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کا نام مبارک پیش کرتے ہیں۔ مرزا جی کو جب کریم بخش

کی روایت کی تعدیل کی ضرورت پیش آئی تو کنہیا لال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔ ناظرین کرام تعجب نہ فرمائیں۔ نبیٔ کاذب کے سلسلۂ روایت کے لئے کنہیا لال اور مراری لال ہی جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا جی بھی معذور ہیں اپنی مسیحیت کی گواہی میں آخر کس کو پیش کریں؟ حضرات محدثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر یہ سند سلسلۃ الذہب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سلسلۃ الذہب تو حضرات محدثین کا ہے اور مرزا صاحب کا سلسلۃ الذہب یہ ہے کہ جو حضرات ناظرین نے پڑھا۔ یعنی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال۔

اے مرزائیو! تمہیں کیا ہوا؟ مالک اور نافع اور ابن عمر کی روایت تو تمہاری نظر میں غیر معتبر ہوگئی اور مرزا اور مراری لال اور کنہیا لال اور روشن لال کی اور اس قسم کے پاگل داس لوگوں کی بکواس معتبر ہوگئی۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

ایک وہم اور اس کا ازالہ

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص ۶۰۲ پر لکھتے ہیں:۔

"تعجب ہے کہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرا ہی نہیں شرم کرتے وہ نہیں سوچتے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے پہلے یہ آیت ہے وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے

آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ہے۔ ایک قصہ تھا زمانہ استقبال کا۔ اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ وہ بھی صیغہ ماضی ہے۔" انتہیٰ کلام الغلام۔

جواب

یہ ہے کہ مرزا جی اس کے بعد الحکم ۲۲ مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ طاعون کی پیشین گوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ "مجھے خدا کی طرف سے وحی ہوئی :۔

عفت الدیار محلھا و مقامھا

یعنی اس کا ایک حصہ مٹ جائے گا جو عمارتیں ہیں نابود ہو جائیں گی اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مصرع لبید کا ہے اس نے گذشتہ زمانہ کی خبر دی ہے کہ خاص خاص مقام ویران ہو گئے۔

اس کا جواب خود یہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کافیہ¹ یا ہدایۃ النحو بھی پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنی پر بھی آجاتی ہے بلکہ ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی

¹ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی نے کافیہ اور ہدایۃ النحو پڑھی نہیں ہے۔ کیا وہ شخص جو اپنے زعم میں تمام اولین اور آخرین سے علم میں بڑھا ہوا ہو اس کو بھی کافیہ اور ہدایۃ النحو پڑھنے کی ضرورت ہے ۱۲۔

الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تا کہ اس امر کا یقینی
الوقوع ہونا ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ۔ وَ
إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ
اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۔ وغیرہ اب
معترض صاحب فرمائیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع
کے اور اگر ماضی کے صیغے ہیں تو ان کے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا
یا ماضی کے۔ جھوٹ بولنے کی سزا تو اس قدر کافی ہے کہ آپ کا حملہ صرف
میرے پر نہیں بلکہ یہ تو قرآن پر بھی ہو گیا۔ گویا صرف و نحو آپ کو معلوم ہے
خدا کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں اس وجہ سے خدا نے جا بجا غلطیاں کھائیں
اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا۔ انتہی الکلام المرزا الغلام

ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس آیت پر یعنی اِذْ قَالَ اللّٰهُ پر شد و مد سے
یہ دعویٰ تھا کہ یہ قصہ ماضی ہے پھر اسی کی نسبت یہ دعویٰ کر دیا۔ کہ
مضارع کے معنی میں ہے تا کہ پیشین گوئی غلط نہ ہونے پائے۔

اور عفت الدیار محلها و مقامها۔ پر جو اعتراض تھا اس سے سبک
دوش ہو جائیں۔ حالانکہ مرزا جی اوّل ہی بار ذرا بھی قرآن عزیز میں غور کر
لیتے تو ہرگز نہ کہتے جیسا کہ بعد میں ہوش میں آ ہی گئے کہ اذ ہمیشہ ماضی
کے لئے نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآن عزیز میں وَلَوْ تَرٰى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ
ان آیات میں ہر جگہ لفظ اذ موجود ہے۔ حالانکہ واقعہ سب جگہ

مستقبل یعنی قیامت ہی کا ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی
چوتھی دلیل

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ

وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا وَ اتَّبِعُوْنِ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝

(ترجمہ) اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی پس اس بارے میں تم ذرہ برابر شک اور تردد نہ کرو اور اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کہ اس بارے میں صرف میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے کہیں شیطان تم کو اس راہِ راست سے نہ روک دے۔ تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ماننا یہی سیدھا راستہ ہے اور جو اس سے روکے وہ شیطان ہے۔

امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں کہ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ

لِلسَّاعَةِ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا مراد ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ اور مجاہد اور ابوالعالیہ اور ابومالک اور عکرمہ اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک وغیرہم سے منقول ہے جیسا کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قبل از قیامت ثابت اور محقق ہے تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۶ ج ۹۔

معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت مسیح بن مریم کے آسمان سے نازل ہونے کو قیامت کی علامت نہ سمجھے وہ شیطان ہے۔ تم کو سیدھے راستہ سے روکنا چاہتا ہے اور تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کے کہنے میں ہرگز نہ آنا۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی

پانچویں دلیل

قال الامام احمد حدثنا عفان ثنا ھمام انبانا قتادۃ عن عبد الرحمٰن عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات

امہاتہم شتی ودینہم واحد وانی اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن نبیٌ بینی وبینہ و انہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ ثوبان ممصران کان راسہ یقطر وان لم یصیبہ بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویدعو الناس الی الاسلام ویھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک اللّٰہ فی زمانہ المسیح الدجال ثم تقع الامانۃ علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم و یلعب الصبیان بالحیات لا تضرھم فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون و کذا رواہ ابوداود وکذا فی تفسیر ابن کثیر ص۱۶ ج۳ وقال الحافظ ابن حجر رحمۃ اللّٰہ علیہ رواہ ابوداود و احمد باسناد صحیح۔ فتح الباری ص۳۵۷ ج۶

ترجمہ

امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں، مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی

اصول شریعت کا سب کا ایک ہے۔ اور میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہ نازل ہونگے۔ جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہونگے، رنگ ان کا سرخ اور سفیدی کے درمیان ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہونگے سر کی یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ اس کو کسی قسم کی تری نہیں ہوگی، صلیب کو توڑیں گے جزیہ کو اٹھائیں۔ سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذہب کو نیست و نابود کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو قتل کرائے گا۔ پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہو جائے گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں گے۔ سانپ ان کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے۔ اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات

نہیں ہوئی۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت سے پیشتر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں گی تب وفات ہوگی۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی چھٹی دلیل

عن الحسن مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ

اخرجہ ابن کثیر فی تفسیر آل عمران ص۳۰۳ ج۲

امام حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئیں گے۔

اس حدیث میں راجع کا لفظ صراحۃً موجود ہے جس کے معنی واپس آنے والے کے ہیں۔ محاورۃً یہ لفظ اسی وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسری جگہ گیا ہو اور پھر وہاں سے واپس آئے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی

ساتویں دلیل

امام البیہقی کتاب الاسماء والصفات ۳۰۱ میں فرماتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا ابو بکر بن اسحاق انا احمد بن ابراھیم ثنا ابن بکیر ثنی اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولیٰ ابی قتادۃ الانصاری قال ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم۔ انتہٰی

ترجمہ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہو گا تمہارا کہ جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔ اور اسناد اس روایت کی صحیح ہیں۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السّلام کی آٹھویں دلیل

وعن ابن عباس فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذلك ینزل عیسی بن مریم من السماء

اسحاق بن بشیر کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸

ترجمہ

ابنِ عباسؓ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اس وقت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔

ان دونوں حدیثوں میں من السماء کا لفظ صراحۃً موجود ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی

نویں دلیل

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر

رواه الجوزی فی کتاب الوفاء (کتاب الاذاعه ص۴۳)

ترجمہ

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانۂ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اُتریں گے (اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اس سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے) اور میرے قریب مدفون ہونگے۔ قیامت کے دن میں مسیح بن مریم کے ساتھ اور ابوبکر و عمر کے درمیان قبر سے اُٹھوں گا۔ اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی دسویں دلیل

حدثنی المثنی ثنا اسحاق ثنا ابن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع فی قولہ تعالیٰ الم اللّٰہ لا الہ الا ھو الحی القیوم قال ان النصاریٰ اتوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فخاصموہ فی عیسی بن مریم وقالوا لہ من ابوہ وقالوا علی اللّٰہ الکذب والبہتان لا الہ الا ھو لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا فقال لہم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا ھو یشبہ اباہ قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسٰی یاتی علیہ الفناء قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علی کل شیٔ یکلوہ ویحفظہ ویرزقہ قالوا بلی قال فھل یملک عیسٰی من ذلک شیئا قالوا لا قال افلستم تعلمون ان اللّٰہ عزوجل لا یخفی علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء قالوا

بلی. قال فھل یعلم عیسیٰ من ذلک شیئا الا ما
اعلم قالوا لا. قال فان ربنا صور عیسیٰ فی الرحم
کیف شاء فھل تعلمون ذلک قالوا بلی قال
الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب
الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلی قال الستم
تعلمون ان عیسیٰ حملتہ امرأۃ کما تحمل المرأۃ
ثم وضعتہ کما تضع المرأۃ ولدھا ثم غذی کما
یغذی الصبی ثم کان یطعم ویشرب الشراب
ویحدث الحدث قالوا بلی قال فکیف یکون
ھذا کما زعمتم قال فعرفوا ثم ابوا فانزل اللہ
عزوجل الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم۔

تفسیر ابن جریر ص۱۶۳ ج۳

ترجمہ

ربیع سے الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب نصاریٰ نجران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ سے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح ابن اللہ نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے حالانکہ وہ خدائے لاشریک بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بیشک ایسا ہی ہوتا ہے (یعنی جب یہ تسلیم ہو گیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے حضرت حضرت مسیح بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بےمثل ہے اور بےچون و چگون ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ط وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار حی لایموت ہے یعنی زندہ ہے کبھی نہ مریگا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے (اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں بلکہ زمانہ آئندہ میں اُن پر موت آئے گی)، نصاریٰ نجران نے کہا بیشک صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا رزاق ہے۔ نصاریٰ نے کہا بیشک۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ اللہ پر زمین اور آسمان کی کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا عیسیٰ کی بھی یہی شان ہے؟

نصاریٰ نے کہا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا۔ نصاریٰ نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تم کو خوب معلوم ہے، کہ اللہ نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا بیشک۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اور عورتوں کی طرح ان کی والدہ مطہرہ حاملہ ہوئیں اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔ حضرت مسیح کھاتے بھی تھے پیتے بھی تھے۔ اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا بیشک ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں؟

نصاریٰ نجران نے حق کو خوب پہچان لیا مگر وہ دیدہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عزّوجل نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

ایک ضروری تنبیہ

ان تمام احادیث اور روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ احادیث میں جس مسیح کے نزول کی خبر دی گئی اس سے وہی مسیح مراد ہے جسکا ذکر

قرآن کریم میں ہے یعنی وہی مسیح مراد ہیں کہ جو حضرت مریمؑ کے بطن سے بلا باپ کے نفخِ جبرئیل سے پیدا ہوئے اور جن پر اللہ نے انجیل اتاری۔ معاذ اللہ نزول سے امت محمدیہ میں سے کسی دوسرے شخص کا پیدا ہونا مراد نہیں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو ورنہ اگر احادیث نزول مسیح سے کسی مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہوتا تو بیانِ نزول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو ہریرہؓ کا آیت کو بطور استشہاد تلاوت کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟ معاذ اللہ اگر احادیث نزول میں مثیل مسیح اور مرزا جی کا قادیان میں پیدا ہونا مراد ہے تو لازم آئے گا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں مسیح کا ذکر آیا ہے سب جگہ مثیل مسیح اور مرزا صاحب ہی مراد ہوں۔ اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزولِ مسیح کو ذکر فرما کر بطورِ استشہاد آیت کو تلاوت کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضورؐ کا مقصود انہیں مسیح بن مریم کے نزول کو بیان کرنا ہے جن کے بارے میں یہ آیت اتری، کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں۔ اور علیٰ ہذا امام بخاریؒ اور دیگر ائمہ احادیث کا احادیثِ نزول کے ساتھ سورۂ مریم اور آلِ عمران اور سورۂ نساء کی آیات کو ذکر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں انہی مسیح بن مریم کا نزول مراد ہے کہ جن کی توفی (اٹھائے جانے) اور رفع الی السماء کا قرآن میں ذکر ہے۔ حاشا و کلا قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں، دونوں جگہ ایک ذات مراد ہے۔ اور اگر بالفرض والتقدیر مرزا جی کے زعمِ فاسد کی بناء پر ان احادیث میں مثیل مسیح کی ولادت مراد

ہے اور اس کا مصداق مرزا جی ہیں تو مرزا صاحب اپنے اندر وہ علامتیں بتلائیں کہ جو احادیث میں نزول مسیح کی ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) تمام ملتوں کا ختم ہو کر فقط ایک ملت اسلام بن جانا کہ روئے زمین پر سوائے اسلام کے کوئی مذہب نہ رہے۔

(۲) خنزیر کو قتل کرنا اور صلیب کو توڑ دینا۔ یعنی یہودیت اور نصرانیت کو مٹا دینا۔

(۳) مال کو پانی کی طرح بہادینا کہ کوئی اسکا قبول کرنیوالا نہ رہے۔

(۴) اور جزیہ کو اٹھا دینا۔

(۵) اور زمین پر اتنا امن ہو جاتا کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں سے کھیلنے لگیں۔ ان علامتوں میں سے کوئی بھی علامت مرزا کے زمانے میں نہیں پائی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کو تنزل اور صلیبی مذہب کو ترقی اور اسلامی حکومت کا زوال اور نصاریٰ کا غلبہ جس قدر مرزا جی کے زمانہ میں ہوا اس کی نظیر نہ گذشتہ میں ہے اور نہ آئندہ میں ترکی حکومت پر جس قدر بھی زوال آیا وہ تمام کا تمام مرزا جی کے ہی دورِ مسیحیت میں آیا۔ مرزا جی کے زمانہ میں کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر کے بجائے خاکم بدہن کسرِ اسلام اور قتل مسلمانان خوب ہوا۔ مرزا جی کے زمانہ میں عیسائی تو کیا مسلمان ہوتے اُلٹے مسلمان عیسائی بنائے گئے۔ مرزا جی جزیہ کو کیا موقوف کرتے خود ہی نصاریٰ کے باج گزار ہو گئے اور اپنی زمینوں کا ٹیکس اور محصول انگریزوں کو دیتے رہے۔ مسیح موعود کی علامتوں

یمن سے ایک علامت "یفیض المال حتی لایقبلہ احد" تھی۔ یعنی اتنا مال بہائیں گے کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے گا۔ مگر مرزا صاحب مال تو کیا بہاتے خود ہی ساری عمر چندہ مانگنے میں گذری۔ کبھی مکان کے لئے چندہ مانگا اور کبھی مدرسہ کے نام سے اور کبھی منارۃ المسیح کے نام سے اور کبھی لنگر خانہ کے نام سے اور کبھی بیعت کی فیس کے نام سے اور کبھی کتابوں کی اشاعت کے نام سے۔

غرض یہ کہ ہر حیلہ سے مال جمع کرنے کی تدبیریں کرتے رہے اور تحصیلِ دنیا کے وہ نئے نئے طریقے نکالے کہ جو کسی بڑے سے بڑے مکّار اور حیال کے وہم و خیال میں بھی نہیں آ سکتے۔

اس حقیقت کے واضح اور آشکار ہونے کے بعد بھی اگر کوئی بدعقل اور بدنصیب ایسے مکار پر اپنی ایمان کی دولت کو قربان اور نثار کرنا چاہتا ہے تو اختیار ہے۔ ہمارا کام تو حق اور باطل اور محق اور مبطل کے فرق کو واضح کر دینا ہے۔ سو الحمد للہ وہ کر چکے دوا کر چکے اور دعا بھی کرتے ہیں اور آپ سے یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے رشد و ہدایت کی دعا کریں، اور دوا کا استعمال کریں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر اجماعِ اُمّت

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تلخیص الحبیر ص۳۱۹ میں فرماتے ہیں:۔

اما رفع عیسٰی فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی رفعہ ببدنہ حیا وانما اختلفوا ھل مات قبل ان یرفع اونام۔ انتہی

یعنی تمام محدثین اور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے کچھ دیر کے لئے موت طاری ہوئی یا نہیں۔ یا حالتِ نوم میں اٹھائے گئے۔ (۱۲ ترجمہ ختم ہوا)

اور تفسیر بحر المحیط کے ص۴۷۳ ج ۲ پر ہے۔

قال ابن عطیۃ واجمعت الامۃ علی ما تضمنہ الحدیث المتواتر من ان عیسٰی فی السماء حی وانہ ینزل فی اخر الزمان اھ

یعنی تمام اُمت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل

رہیں گے جیسا کہ احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔

اور تفسیر النہر الماد کے ص۴۷۳ ج ۲ پر ہے:-

واجمعت الامۃ علی ان عیسیٰ حی فی السماء وینزل الی الارض اھ۔

اور تفسیر جامع البیان کے ص۵۲ پر ہے۔

والاجماع علی انہ حی فی السماء وینزل ویقتل الدجال ویؤید الدین۔ اھ (تفسیر وجیز)

امام ابوالحسن اشعری قدس اللہ سرہٗ کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ کے ص۴۶ پر فرماتے ہیں۔

قال اللہ عزوجل یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی۔ وقال اللہ تعالیٰ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔ واجمعت الامۃ علی ان اللہ عزوجل رفع عیسیٰ الی السماء اھ۔

شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ فتوحات مکیہ کے باب (۷۳) میں فرماتے ہیں۔

لاخلاف فی انہ ینزل فی اخر الزمان۔

علامہ سفارینی شرح عقیدہ سفارینیہ ص۹۰ ج ۲ پر فرماتے ہیں:۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء کتاب اور سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اول آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الآیۃ نقل کی اور ابوہریرہ کی حدیث نقل کی اب اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

واما الاجماع

فقد اجتمعت الامة علیٰ نزولہ ولم یخالف فیہ احد من اھل الشریعة وانما انکر ذلک الفلاسفة والملاحدة ممن لا یعتد بخلافہ وقد انعقد اجماع الامة علی انہ ینزل ویحکم بھذہ الشریعة المحمدیة ولیس ینزل بشریعة مستقلة عند نزولہ من السماء وان کانت النبوة قائمة بہ وھو متصف بھا۔

یعنی رہا اجماع! سو تمام امت محمدیہ کا اجماع ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے اور اہل اسلام میں سے ان کا کوئی مخالف نہیں۔ صرف فلاسفہ اور ملحد اور بے دین لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے جن کا اختلاف قابلِ اعتبار نہیں اور نیز تمام امت کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ السلام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق حکم کریں گے۔ مستقل شریعت لے کر آسمان سے نازل نہ ہوں گے۔ اگرچہ وصفِ نبوت ان کے ساتھ قائم ہو گا۔

شرح عقیدہ سفارنیہ ص۹۰ ج ۲

رفع الی السماء اور نزول من السماء الی الارض کی حکمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کی حکمت علماء نے بیان بیان کی ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو قتل کر دیا۔ کما قال وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اور دجال جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہو گا وہ بھی قوم یہود سے ہو گا اور یہود اس کے تبع اور پیرو ہوں گے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے تاکہ خوب واضح ہو جائے کہ جس ذات کی نسبت یہود یہ کہتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا وہ سب غلط ہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے زندہ آسمان پر اٹھایا اور اتنے زمانہ تک اُن کو زندہ رکھا اور پھر تمہارے قتل اور بربادی کے لئے اتارا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تم جن کے قتل کے مدعی تھے اُن کو قتل نہیں کر سکے بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قتل کے لئے نازل کیا اور یہ حکمت فتح الباری کے باب نزول عیسیٰ ص ۳۵۷ ج ۱ پر مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔

اور ملک شام ہی میں نزول ہوگا تاکہ اس ملک کو فتح فرمائیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چند سال بعد فتح مکہ کے لئے تشریف لائے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور وفات سے کچھ روز پہلے شام کو فتح کرنے کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود کا استیصال فرمائیں گے اور نازل ہونے کے بعد صلیب کا توڑنا بھی اسی طرف مشیر ہوگا کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم صلیب پر چڑھائے گئے بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ اس لئے نازل ہونے کے بعد صلیب کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ کما قال تعالیٰ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا تھا اس لئے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تاکہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی مدد فرمائیں۔

کیونکہ جس وقت دجال ظاہر ہوگا وہ وقت امت محمدیہ پر سخت مصیبت کا وقت ہوگا اور امت شدید امداد کی محتاج ہوگی۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے تاکہ امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی نصرت و اعانت کا جو وعدہ تمام انبیاء کر چکے ہیں وہ وعدہ اپنی طرف سے اصالۃً اور باقی انبیاء کی طرف سے وکالۃً ایفا فرمائیں فافہم ذلک فانہ لطیف

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ مجھے بھی اُمتِ محمدیہ میں سے کر دیجئے۔ حق تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو آخر زمانہ تک باقی رکھا اور قیامت کے قریب دین اسلام کے لئے ایک مجدد کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تاکہ قیامت کے نزدیک ان کا حشر اُمتِ محمدیہ کے زمرہ میں ہو۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

؎ حضرت عیسیٰ السلام کے رفع الی السماء اور نزول کے اسرار و حکم کے بارے میں اس ناچیز نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ طالبانِ حق اس رسالہ کو ضرور دیکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ رسالہ موجب سکینت و طمانینت ہوگا۔ اس رسالہ کا نام لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں

حافظ شمس الدین ذہبی تجرید میں اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی اصابہ میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم جس طرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں اسی طرح صحابی بھی ہیں۔ اسلئے کہ مسیح بن مریم علیہما السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں بحالتِ حیات وفات سے پیشتر اسی جسدِ عنصری کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں اپنی اپنی وفات کے بعد دیکھا ہے۔

روی ابن عساکر عن انس قلنا یا رسول اللہ رأینا صافحت شیئاً ولا نراہ قال ذلک اخی عیسیٰ بن مریم انتظرتہ حتی قضی طوافہ فسلمت علیہ

زرقانی شرح مواہب ص ۳۴۷ ج ۵

ابن عساکر نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم نے آپ کو کسی سے مصافحہ کرتے دیکھا مگر اس شخص کو نہ دیکھا جس سے آپ نے مصافحہ فرمایا ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے میں اُن کا منتظر رہا یہاں تک کہ وہ اپنے طواف سے فارغ ہوئے تب میں نے ان کو سلام کیا۔

وروی ابن عدی عن انس بینا نحن مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ رأینا بردًا ویدا فقلنا یا رسول اللّٰہ ما ھذا الذی رأینا والید قال قد رأیتموہ فقلنا نعم قال ذاک عیسی بن مریم سلم علی۔

ابن عدی نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اچانک ایک چادر اور ایک ہاتھ نظر آیا۔ ہم نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے۔ جنہوں نے اس وقت مجھ کو سلام کیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر ہونا، تو دلائل حیات سے معلوم ہو چکا تھا، مگر احادیثِ معراج اور ابنِ عساکر اور ابنِ عدی کی روایت سے ملاقات بھی ثابت ہو گئی۔ اس لئے اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت فرمائیں تو اس روایت کو علیٰ شرط البخاری حدیثِ متصل سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک اتصالِ روایت کے لئے ثبوت لقاء شرط ہے اور امام مسلم کے نزدیک محض معاصرت کافی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہونے کو بطور الغاز اور معمہ اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے ؎

من باتفاق جمیع الخلق افضل من
خیر الصحاب ابی بکر و من عمر
وہ کون شخص ہے جو بالاتفاق ابو بکرؓ اور عمرؓ سے بھی افضل ہے
کہ جو تمام صحابہ سے افضل و بہتر ہے۔

ومن علی ومن عثمان وھو فتیٌ،
من امۃ المصطفیٰ المختار من مضر
اور وہ شخص علیؓ اور عثمانؓ سے بھی افضل ہے حالانکہ وہ شخص محمدؐ
مصطفیٰ کی امت کا ایک فرد ہے۔

الشیٔ بالشیٔ یذکر ایک شے کے ذکر سے دوسری شے یاد آہی جاتی ہے۔ حافظ عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام جمہور محدثین کے نزدیک نبی ہیں مگر صحابی بھی ہیں جیسا کہ بعض روایات سے خضر علیہ السلام کی ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہے تفصیل اگر درکار ہو تو اصابہ کی مراجعت فرمائیں۔

عبدِ ضعیف کہتا ہے (عفا اللہ عنہ) کہ اس روایت میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات مذکور ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ انس بن مالکؓ دو پیغمبروں کے صحابی ہیں تو میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ کلمہ شاید خلافِ حق نہ ہوگا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِى الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ
بِالصّٰلِحِيْنَ

اللهم انى اعوذبك من عذاب القبر و
اعوذبك من فتنة المسيح الدجال و
اعوذبك من فتنة المحيا والممات
اٰمين
برحمتك يا ارحم الراحمين
ياذالجلال والاكرام

وانا العبد الضعيف المدعو

محمد ادريس الكاندهلوى
اجاره الله تعالىٰ من خزى الدنيا
وعذاب الاٰخرة۔ اٰمين

بخاری شریف کی منتخب احادیث کا ترجمہ اور بے مثل تشریح

رحمۃ القدوس ترجمہ شرح بہجۃ النفوس

انتخاب بخاری شریف

(ترجمہ و تشریح)

تخریج احادیث

امام بخاری قدس اللہ سرہ العزیز ۲۵۶ھ

عربی شرح
علامہ ابن ابی جمرہ مالکی اندلسیؒ
۶۹۹ھ

اردو ترجمہ و تشریحی فوائد
حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
۱۳۹۴ھ

زیر نگرانی
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۳۶۲ھ

احادیث شریفہ سے مسائل سلوک و تصوف، مسائل اخلاق و آداب اور مسائل فقہ کے استنباط پر وہ گرانمایہ کتاب جو ہر دور میں علماء، صوفیاء اور دیندار حضرات کی توجہ کا متفقہ طور پر مرکز رہی ہے۔ بخاری شریف کی منتخب احادیث کی بے نظیر شرح

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی ○ لاہور

اکابر علماءِ دیوبند رحمہم اللہ

برِصغیر پاک و ہند کے ۶۸ ممتاز اکابر علماءِ دیوبندؒ
کے حالات و کمالات اور خدماتِ جلیلہ کا جامع تذکرہ

تالیف

حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری

ادارہ اسلامیات
۱۹۰- انارکلی ○ لاہور

تعبیر الرؤیا

اردو

خواب اور اس کی تعبیر سے متعلق

مشہور عالم

حضرت علامہ ابن سیرینؒ

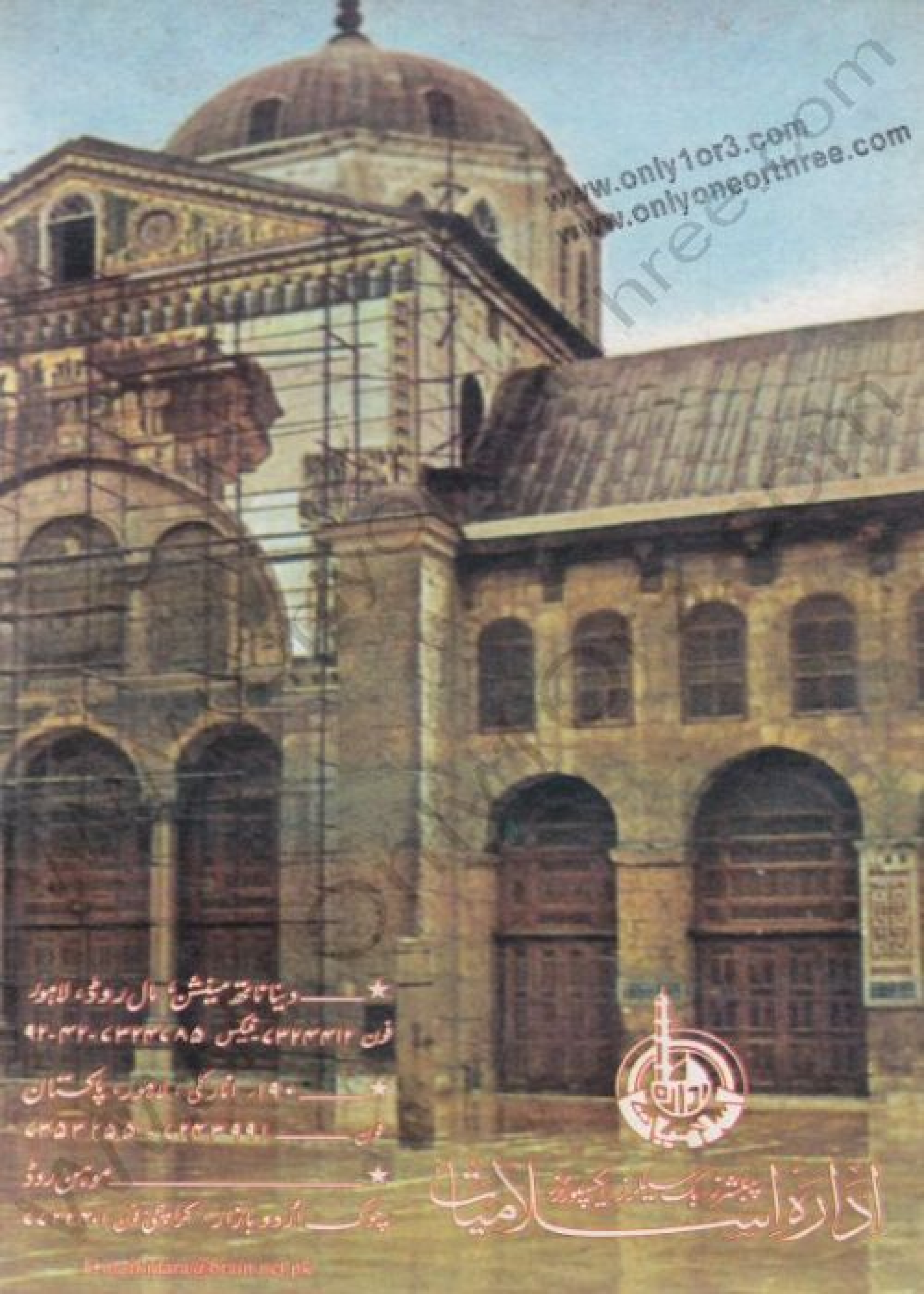
کی معروف کتاب

تعبیر الرؤیا عربی کا سلیس اور مستند اردو ترجمہ

مترجم

مولانا سعید الرحمٰن علوی

ناشر ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور



www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com
دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۷۳۲۴۴۱۲-فیکس ۹۲-۴۲-۷۳۲۴۴۸۵
۱۹۰-انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ۷۲۲۴۹۹۱-۷۳۵۲۲۵۵
موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون
ادارہ اسلامیات
پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز